پاکستان کسان مزدور تحریک

نیوز لیٹر

ایڈیٹوریل ٹیم : علی اکبر، راجہ مجیب، ظہور جوئیہ، ولی حیدر اور عذرا طلعت سعید

جنوری تا جون، 2018　　جلد نمبر 8　　شمارہ نمبر 1

میرے ملک کے کسانوں اب ظلم نہ سہیں گے ہم!

پاکستان میں جاری سرمایہ دارانہ زرعی پالیسیوں اور موسمی تبدیلی کے عوامل نے ملک کے زرعی شعبے کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ زرعی شعبے سے جڑے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور اور ملکی معیشت دونوں ہی زبوں حالی کا شکار نظر آتے ہیں۔ کسان کپاس کے مہنگے جینیاتی بیج، کیمیائی زہر اور دیگر مداخل پر بھاری رقم خرچ کرکے بھی پیداوار میں کمی اور شدید نقصان سے دوچار ہیں۔ دوسری طرف کپڑے کے کارخانوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے کپاس کی درآمد پر بھاری زرمبادلہ خرچ کیا جارہا ہے۔ اس کے باوجود ملکی کپڑے کی صنعت بین الاقوامی منڈی میں مقابلے کی سکت نہیں رکھ پارہی نتیجہ کپڑے کے کارخانوں کی بندش اور اس سے وابستہ مزدوروں کی بیروزگاری کی صورت میں سامنے آرہا ہے۔

ایسا ہی کچھ حال گنے کی فصل کا بھی ہے۔ چینی کی صنعت سے وابستہ سرمایہ داروں کے ہاتھوں کسانوں کا مسلسل استحصال جاری ہے۔ مل مالکان کے ہاتھوں گنے کی مقرر کردہ سرکاری قیمت ادا نہ کرکے عدالتی فیصلوں کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ کسانوں کی محنت پر ڈاکہ ڈال کر کارخانوں نے اپنا کام جاری رکھا ہوا ہے۔ ملک میں قائم شوگر ملیں منافع خوری اور ایتھنول کی بین الاقوامی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک مافیا کی شکل اختیار کرتی جارہی ہیں جسے کوئی روکنے والا نہیں۔ دوسری طرف کسان اپنی پیداوار فروخت کرنے کے لیے ہر طرح کے قائدے قانون پر عملدرآمد کا سختی سے پابند ہے چاہے معاملہ پاس بک، پرمٹ کا ہو یا پیداوار کو مل کے اندر پہنچانے کا۔

غیر پائیدار، ماحول دشمن طریقہ پیداوار کی بدولت رونما ہونے والی موسمی تبدیلی کے پاکستان پر پڑنے والے اثرات دن بہ دن شدت اختیار کرتے جارہے ہیں۔ بارشوں کے نظام میں تبدیلی، برفباری میں کمی اور گرمی کا دورانیہ بڑھنے سے اب میدانی علاقوں کے ساتھ ساتھ ملک کے بالائی علاقے بھی پیداوار میں کمی، سیلاب اور خشک سالی سے شدید متاثر ہونے لگے ہیں۔ پانی کی کمی ملک میں زرعی پیداوار کو بری طرح متاثر کررہی ہے۔

نیولبرل پالیسیوں کے تحت زراعت کو بین الاقوامی منڈی سے جوڑ کر کسانوں کا کیا جانے والا استحصال اب اگلے مرحلے میں داخل ہونے کو ہے۔ گندم جیسی غذائی فصل اور ذخیرہ کو بھی سرکاری اختیار سے نکال کر نجی شعبے کے حوالے کرنے کا عمل خوراک کے تحفظ پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے جو پاکستانی عوام کو خوراک کے لیے کلی طور پر بین الاقوامی منڈی کا محتاج بنا دے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہر جاندار اپنی بقاء کے لیے جدوجہد کی راہیں تلاش کرتا ہے۔ استحصال کے شکار عوام کے لیے شعوری جدوجہد ہی ہر مسئلے، استحصال اور ظلم و ناانصافی کا جواب ہے۔ ہماری نسلوں کی بقاء اور کامیابی کی ضمانت بھی ہے۔ آیئے اپنے حق کے لیے منظم ہوکر جدوجہد کو مزید تیز تر کریں کیونکہ اب ظلم نہ سہیں گے ہم۔

فہرست مضامین:

- پی کے ایم ٹی سندھ کا چھٹا سالانہ اجلاس
- مزدوروں کا عالمی دن
- ڈونلڈ ٹرمپ، بس اب اور نہیں!
- مزدوروں کا عالمی دن
- کپاس کی فصل اور حکومتی عدم دلچسپی
- خانپور ڈیم
- میں کچے کے علاقے کے مسائل
- پریس ریلیز
- زرعی ادویات:
- جاگیرداری نظام اور کسان
- پانی کا بحران
- گندم کے گودام کا خاتمہ
- مشترکہ بیج بینک
- راجن پور میں وڈا
- رکھ عظمت والا کے کسان
- ششماہی سرگرمیاں
- پی کے ایم ٹی سیڈ بینک
- پی کے ایم ٹی تھیٹر

پاکستان کسان مزدور تحریک نیوز لیٹر روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity) نے شائع کیا۔

سیکرٹریٹ: اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی۔ فون: +92 21 34813320 فیکس: +92 21 34813321 بلاگ: rootsforequity.noblogs.org

پی کے ایم ٹی سندھ کا چھٹا سالانہ اجلاس

رپورٹ: روٹس فار ایکوٹی

پی کے ایم ٹی، سندھ کا چھٹا سالانہ اجلاس ''خود مختار کسان: خود مختار پاکستان'' کے عنوان سے مورخہ 6 مئی، 2018 کو ماتلی، ضلع بدین میں منعقد کیا گیا۔ اجلاس میں مختلف اضلاع سے پی کے ایم ٹی کے کارکنان، چھوٹے اور بے زمین کسانوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں نظامت کے فرائض پی کے ایم ٹی ضلع خیر پور کے امام الدین سومرو اور شکارپور کے حاکم گل نے ادا کیے۔ پی کے ایم ٹی سندھ کے صوبائی رابطہ کار علی نواز جلبانی نے افتتاحی کلمات ادا کرتے ہوئے تمام شرکاء کو خوش آمدید کہا اور اجلاس میں شرکت کرنے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ علی نواز جلبانی نے مزید کہا کہ ہاری کہیں کا بھی ہو، ان کے دکھ ایک جیسے ہیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ ملک میں 2018 کے انتخابات کا وقت قریب آ گیا ہے جس میں قومی اور صوبائی اسمبلی کے ارکان چنے جائیں گے، جو ہمارے لیے فیصلہ سازی کرتے ہیں اور جو فیصلے یہ لوگ کرتے ہیں وہ آج آپ کے سامنے ہیں۔ ہم جنہیں چنتے ہیں وہ جاگیردار، سرمایہ دار لوگ ہیں جو نہیں چاہتے کہ زمینوں کی منصفانہ تقسیم ہو۔ ان کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنی جاگیردار، سرمایہ دار برادری کے مفاد میں فیصلہ کریں۔ میرے دوستوں میری بہنوں اپنے حق کو اور خود کو پہچانیں، ہماری برادری مزدور کسان برادری ہے، اسی کسان مزدور برادری کے حق کے لیے ہمیں لڑنا ہوگا۔ اٹھو اپنے بنیادی حق زمین کی منصفانہ و مساویانہ تقسیم کے لیے، خود مختاری کے حق کے لیے، اقلیتوں کے حق کے لیے۔ یہی میرا پیغام ہے۔

اس کے بعد پی کے ایم ٹی ٹنڈو محمد خان کی جانب سے پدرشاہی نظام کے خلاف ایک ناٹک پیش کیا گیا جس میں عورتوں پر ہونے والے مظالم، انہیں تعلیم کے بنیادی حق سے محروم کرنے اور ان پر عائد دیگر سماجی پابندیوں کو اجاگر کیا گیا۔ اس کے بعد پی کے ایم ٹی سندھ کے صوبائی اور تمام ضلعی رابطہ کاروں نے اپنے ضلع کی سالانہ رپورٹ پیش کی اور پی کے ایم ٹی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا۔

پی کے ایم ٹی ٹنڈو محمد خان کی رکن سونی بھیل نے بے زمین کسان مزدوروں کے مسائل کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ جاگیردار کی زمین پر کام کرنے والے بے زمین کسانوں کی پوری زندگی ایسے ہی گزر جاتی ہے کہ وہ نہ تو اپنے بچوں کو پڑھا سکتے ہیں، نہ ان کی خوراک پوری کرسکتے ہیں نہ ہی اچھے طریقے سے زندگی گزار سکتے ہیں۔ بے زمین کسان اگر جاگیردار کی غلامی چھوڑ کر مزدوری کرنا بھی چاہیں تو وہ نہیں کرسکتے کیونکہ وہ جاگیردار کے مقروض ہوتے ہیں۔ تمام کسان مزدور اپنے بچوں کو پڑھائیں کیونکہ جب ہمارے بچے پڑھیں گے تو انہیں اپنی زمین کے حق کے بارے میں پتا چلے گا اور وہ اپنا حق چھین سکیں گے۔ جب کسانوں کے پاس زمین اپنی ہوگی تو بیج بھی اپنا ہوگا، وہ خود اگائے گا خود کھائے گا اور وڈیرے کی غلامی سے آزاد ہوگا۔ وڈیرے کی غلامی میں کوئی زندگی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر ہاری خودکشی کرلیتے ہیں اور کچھ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ میں تمام کسانوں کو کہتی ہوں کہ اپنے حق کو پہچانیں اور اپنے بچوں کو تعلیم دیں تاکہ وہ اپنے حق

کے لیے آواز بلند کرسکیں۔

دیہی عورتوں کے مسائل پر بات کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی ٹنڈو محمد خان کی رکن پٹھانی نے کہا کہ دیہی عورتوں کے ساتھ بڑا ظلم اور نا انصافی ہے جو گھر پر بھی کام کرتی ہیں اور زمین پر بھی، اس کے بعد بھی انہیں منصفانہ اجرت نہیں ملتی۔ اس پر مزید یہ کہ عورت جتنا بھی کام کرے اس کے کام کو اہمیت بھی نہیں دی جاتی۔ دیہات میں عورتوں کو پڑھایا نہیں جاتا اور نہ ہی انہیں فیصلہ سازی میں شامل کیا جاتا۔ ان سب مسائل کی وجہ پدرشاہی نظام ہے جس میں عورت کو برابر نہیں سمجھا جاتا اور مرد ہی اسکے تمام فیصلے کرتا ہے۔

زرعی مزدوروں کے استحصال پر بات کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی شکارپور کے رکن حاکم گل نے کہا کہ کسان مزدور اس معاشرے کا وہ حصہ ہے جو خود کو سخت محنت، تکلیف میں ڈال کر عوام کو خوراک فراہم کرتا ہے۔ سندھ میں بڑے پیمانے پر خصوصاً گھوٹکی، خیرپور اور سکھر میں کپاس کاشت ہوتی ہے۔ کپاس کی فصل پر مزدوری کرنے والوں کے ہاتھوں پر زخم ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کی اجرت کی بات کریں تو ایک من کپاس کی چنائی کی اجرت صرف 300 روپے دی جاتی ہے۔ عورتوں کو مرد سے بھی کم اجرت دی جاتی ہے۔ ایک عورت دن بھر میں 25 کلو یا زیادہ سے زیادہ 30 کلو کپاس چنتی ہے تو اسے صرف 200 روپے اجرت دی جاتی ہے۔ اکثر یہ پیسے بھی چنائی کے دوران ہونے والے زخموں کے علاج پر ہی خرچ ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ زرعی مزدور کے ساتھ استحصال نہیں ہے، کیا یہ ظلم نہیں ہے، کیا یہ ناانصافی نہیں ہے؟ اگر ہاں تو اب ہمیں اس ظلم، ناانصافی اور استحصال کے خلاف آواز اٹھانی ہوگی۔

پی کے ایم ٹی، خیرپور کے رکن امام الدین سومرو نے ''دیہی نوجوانوں کی زراعت میں عدم دلچسپی اور پی کے ایم ٹی کے لائحہ عمل'' کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے نوجوان ساتھیوں کو ٹیکنالوجی کی چمک و دمک دکھائی جارہی ہے۔ آج نوجوان کے پاس اسمارٹ فون، لیپ ٹاپ ہیں، لیکن جدید ٹیکنالوجی کی حامل یہ چیزیں ہم کھا نہیں سکتے، اس سے بھوک نہیں مٹا سکتے، بنیادی انسانی ضرورت خوراک ہے جو زمین سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ٹیکنالوجی کی اس چکاچوند میں ہمارے نوجوان زراعت سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ اگر نوجوان کھیت میں کام نہیں کریں گے تو ہم کیا کھائیں گے! خاص کر ان حالات میں کہ جب ملک کی تقریباً آدھی آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہو۔ منڈی کی بنیاد پر غیر پائیدار صنعتی زراعت کی وجہ سے کسان کو فصل کاشت کرکے بھی جائز آمدنی حاصل نہیں ہوتی۔ پی کے ایم ٹی اس صورتحال میں دیہی نوجوانوں کو کاشتکاری کی طرف راغب کرنے کے لے لائحہ عمل ترتیب دے رہی ہے۔ اسی سلسلے میں پہلا اجلاس دسمبر، 2017 میں ملتان میں منعقد کیا گیا۔ اسی سلسلے میں دوسرا اجلاس 28، 29 جنوری، 2018 کو لاہور میں منعقد کیا گیا جس میں پی کے ایم ٹی کے ہر ضلع سے تین نوجوان شامل تھے۔ اس کے بعد 5، 6 مارچ، 2018 کو پی کے ایم ٹی یوتھ ونگ تشکیلی اجلاس منعقد ہوا۔ یوتھ ونگ تشکیلی اجلاس میں ارکان نے اگلا لائحہ عمل بھی تیار کیا جس کے تحت ہر ضلع پر بنی پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جو ضلع کے سیاسی اور سماجی مسائل پر بات کرنے کے علاوہ پی کے ایم ٹی یوتھ ممبر شپ کو بڑھانے کے لیے کام کرے گی۔

پی کے ایم ٹی، گھوٹکی کے رکن راجہ مجیب نے پائیدار زراعت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کسان مزدور تحریک کا ہمیشہ سے نعرہ ہے کہ زمین کی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم ہو۔ کچھ ایسے لوگ ہے جن کے پاس ہزاروں ایکڑ زمین ہے، جنہیں یہ بھی پتا نہیں ہے کہ گندم کی فصل کون سے مہینے میں کاشت ہوتی ہے۔ دوسری طرف ہزاروں لاکھوں ایسے کسان ہیں جن کے پاس زمین کاشت کرنے اور گھر بنانے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ یہ سب سے بڑی ناانصافی ہے اور سب سے بڑا مسئلہ بھی یہی ہے۔ یہ زمینیں اور جاگیریں انگریزوں نے انہیں دیں جو ان کی خوشامد کرتے تھے۔ وہ کسان جو زمین رکھتے ہیں ان کی اکثریت بھی چھوٹے کسانوں پر مشتمل ہے جو خوراک اگاتے ہیں۔ یہ کسان ایک طرف پانی کی کمی کا شکار ہیں تو دوسری طرف ناقص آبپاشی نظام کی وجہ سے زمین میں سیم وتھور کے مسئلے سے دوچار ہیں۔ پانی کی کمی کے مسائل میں اضافے کی ایک اور اہم ترین وجہ ہائبرڈ بیج ہیں جنہیں بہت زیادہ پانی درکار ہوتا ہے۔ ہماری روایتی زراعت میں خوراک کی فصلوں کو پانی کم دیا جاتا تھا۔ یہاں موجود کسانوں جانتے ہیں کہ سندھ میں گندم کی قسم ''بوسی'' کو بہت کم پانی دیا جاتا تھا، گندم کی اس قسم کو صرف ایک یا دو دفعہ پانی کی ضرورت ہوتی تھی لیکن آج جو گندم کی اقسام ہم کاشت کرتے ہیں اسے کم از کم چار دفعہ پانی دیتے ہیں۔ اسی طرح بی ٹی کپاس میں بھی چھ سے آٹھ دفعہ پانی دینا پڑتا ہے۔ ہائبرڈ اور جینیاتی فصل لگانے سے پانی کا استعمال بہت بڑھ جاتا ہے اور اس کا نتیجہ آج ہم سب کے سامنے ہے۔ ہائبرڈ اور جینیاتی فصلوں اور ان میں استعمال ہونے والے زہریلے مداخل کی وجہ سے ہماری خوراک بھی زہریلی ہورہی ہے اور انسانی صحت بہتر ہونے کے بجائے خراب ہوتی جارہی ہے۔ آج سے 50 یا 60 سال پیچھے کی طرف دیکھیں کہ یہ بیماریاں جو آج ہمارے درمیان ہیں کیا اس وقت ان کا وجود تھا؟ نہیں تھا، ایسی بیماریاں اس وقت نہیں تھیں، یہ بیماریاں ہماری خوراک میں آئی ہیں، وہ خوراک جو ہم کمپنیوں کے کہنے پر پیدا کرتے ہیں، ہم خود کھاتے ہیں جس کے نتیجے میں اس طرح کی بیماریاں پیدا

ہوتی ہیں۔ غیر پائیدار زراعت یعنی مشینی زراعت، کمپنیوں کے بیج، کھاد اور اسپرے سے کی گئی زراعت کے نتیجے میں ہی ہمارا دیسی بیج ختم ہوگیا، ہماری خوراک آلودہ ہوگئی، پیداوار زیادہ ہوئی تو بھی کسان کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور ان سب مداخل پر اخراجات کی مد میں کسان کی آمدنی کمپنیوں کی جیب میں چلی جاتی ہے۔ چھوٹے اور بے زمین کسان کے ان مسائل سے نکلنے کے لیے واحد حل پائیدار زراعت ہے جس کا نعرہ پی کے ایم ٹی لگاتی ہے۔ کسان اپنا بیج اگائیں، اپنی روایتی زراعت پر واپس آئیں، چھوٹے چھوٹے علاقوں میں تھوڑی تھوڑی زمینوں پر اپنا بیج لگانا شروع کریں۔ پی کے ایم ٹی کے پلیٹ فارم پر کسان منظم اور متحدہ ہو جائیں۔

پی کے ایم ٹی، پنجاب کے صوبائی رابطہ کار مقصود احمد نے پنجاب کے کسانوں کی صورتحال پر بات کرتے ہوئے کہا کہ سندھ ہو یا پنجاب چھوٹے اور بے زمین کسانوں کی صورتحال پورے ملک میں ایک جیسی ہی نظر آتی ہے۔ ہمارے دیہی علاقوں میں نہ تو صحت کی سہولیات اچھی ہیں، نہ معیاری تعلیم کے لیے اسکول۔ ایک غریب آدمی ہے تو اس کی اگلی نسل بھی غریب ہی ہوگی، ایک غریب کسان ہے تو اس کسان کا بیٹا بھی غریب کسان ہی ہے۔ حق چھیننے والے سرعام حق غصب کرتے ہیں اور حق مانگنے والے خاموش ہیں۔ اپنے حق کے لیے ہمیں جدوجہد کرنی پڑے گی، کسانوں کو اکٹھا ہونا ہوگا، اپنے حقوق چھیننے کے لیے ہمیں متحدہ ہونا پڑے گا۔

سیکریٹری پی کے ایم ٹی ولی حیدر نے زراعت میں بین الاقوامی زرعی کمپنیوں کے کردار پر بات کرتے ہوئے کہا کہ بین الاقوامی زرعی کمپنیوں نے ملک میں پہلے ہائبرڈ بیج بیچا اب وہ جینیاتی بیج فروخت کررہی ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ بی ٹی کپاس کی کاشت پیداوار بہت زیادہ دیتی ہے، حالانکہ بی ٹی کپاس بنانے والوں کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ یہ پیداوار بڑھاتی ہے، کمپنی یہ کہتی ہے کہ اس میں کیڑا نہیں لگتا۔ ہماری اپنی تحقیق کے مطابق بی ٹی کپاس پر جتنی زہریلی ادویات اسپرے کرنی پڑتی ہیں اور جتنے اخراجات آتے ہیں اتنے روایتی کپاس پر نہیں ہوتے۔ جتنی دیکھ بھال ہم بی ٹی کپاس کی کرتے ہیں اتنی ہم روایتی کپاس کی کریں تو بی ٹی کپاس جتنی ہی پیداوار حاصل ہوسکتی ہے لیکن ہمیں کپڑے کے پیچھے لکھا ہوا میڈ ان امریکہ اور چائنہ اچھا لگتا ہے۔ ہمیں اپنے ملک کی چیزیں اچھی نہیں لگتیں۔ ہمیں اپنی چیزوں کو اہمیت اور عزت دینا سیکھنا ہے، ہماری خود مختاری اور خوشحالی اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں ہے۔ اپنا بیج، اپنی کھاد، اپنی زمین اور اپنا پانی خوشحال کسان، خوشحال پاکستان کی ضمانت ہے۔

جب تک پاکستان کے کروڑوں کسانوں پر مشتمل یہ 70 فیصد دیہی آبادی خوشحال نہیں ہوگی پاکستان میں موٹر وے، ہائی وے اور سی پیک کچھ بھی بنائیں عوام کی زندگی نہیں بدلے گی۔ صرف سڑکیں، پل بنانے سے عوامی ترقی نہیں ہوگی۔ ترقی کے نام پر چند لوگوں کی ترقی اور خوشحالی کے نام پر چند لوگوں کی خوشحالی ہمیں منظور نہیں ہے۔ زراعت میں نئی نئی مشینیں لاکر کہتے ہیں کہ اس سے زندگی میں آسانی ہوگی۔ ایسی مشینیں جو گھنٹوں میں سینکڑوں ایکڑ زمین تیار کرتی ہیں، کٹائی کرتی ہیں، ان سے کسان مزدور بیروزگار ہوتے ہیں۔ بیروزگاری کی وجہ سے ان کے بچے، ان کے خاندان کے افراد اندرون ملک

بڑے شہروں اور بیرون ملک جاکر مزدوری کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ سارا کیا دھرا بین الاقوامی زرعی کمپنیوں کا ہے جن کے مہنگے ہائبرڈ اور جینیاتی بیج، کھاد، زہر اور دیگر مداخل کی وجہ سے پیداواری لاگت اتنی بڑھ چکی ہے کہ کسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ آج سے پانچ دس سال پہلے تک دنیا کی دس بڑی بیج اور زرعی ادویات بنانے والی کمپنیوں کے پاس دنیا کا تقریباً 60 فیصد بیج کا کاروبار تھا۔ یہ کمپنیاں 2018 میں ضم ہوکر چار رہ جائیں گی۔ وسائل کا ارتکاز ہورہا ہے، دولت منجمد ہو رہی ہے۔ دولت پہلے دس کے پاس تھی پھر چھ تک محدود ہوگئی اب صرف چار کمپنیوں کے پاس ہوگی۔ ان بین الاقوامی بیج کمپنیوں کا تعلق یورپ اور امریکہ سے ہے اور اب چین بھی ان میں شامل ہوگیا ہے۔ ان کا قبضہ ہماری زراعت پر بڑھتا جارہا ہے۔ اب کوئی بھی بیج خریدیں منافع ان کمپنیوں کو ہی جاتا ہے۔ دو بڑی کمپنیاں مونسانٹو اور بائیر کا انضمام ہورہا ہے جبکہ ایک اور کمپنی سنجنٹا چینی کمپنی کیم چائنہ میں ضم ہوگئی ہے۔ کمپنیوں کے انضمام کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک چھوٹے کاروبار کو دوسرے کاروبار میں ضم کرکے مزید بڑے پیمانے پر منافع کمایا جائے، لیکن کسانوں کو تو اس کی قیمت دینی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سنجنٹا کی کیم چائنہ اور بائیر کے مونسانٹو سے انضمام کے نتیجے میں کپاس کی قیمت میں 20 فیصد اضافہ ہو جائے گا۔ عالمی بینک، آئی ایم ایف اور ڈبلیو ٹی او جیسے ادارے ان بین الاقوامی کمپنیوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ ہمارے حکمران چاہے وہ کوئی بھی ہوں جاگیردار ہو یا سرمایہ دار ہو، یہ سب آپس میں ملے ہوتے ہیں تاکہ عوام کی ترقی نہ ہو بلکہ صرف سرمایہ داروں اور جاگیرداروں پر مبنی طبقہ اشرافیہ کی ترقی ہو۔ اس صورتحال میں ہمیں ہی فکر کرنی ہے، ہمیں ہی اس ظلم و ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرنی ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

''بول کہ لب آزاد ہیں تیرے'' سیشن میں پی کے ایم ٹی سندھ کے مختلف اضلاع کے کارکنان نے سوال و جواب میں حصہ لیا اور اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ان ارکان میں برکت علی، محمد خان، محمد عظیم، انور علی اور دیگر ارکان شامل تھے۔

مزدوروں کا عالمی دن

رپورٹ: روٹس فار ایکوٹی

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) اور لیبر ویلفیئر سوسائٹی ہری پور، حطار نے مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر یکم مئی، 2018، حطار، ہری پور، خیبر پختونخوا میں یوم مئی کے جلسے کا اہتمام کیا جس میں صنعتی مزدوروں اور پی کے ایم ٹی کے مختلف اضلاع سے تعلق رکھنے والے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ جلسے میں نظامت کے فرائض پی کے ایم ٹی خیبر پختونخوا کے رکن طارق محمود اور لیبر ویلفیئر سوسائٹی کے جمیل حیدری نے ادا کیے اور تمام شرکاء کو خوش آمدید کہا۔ جمیل حیدری نے یوم مئی کا تاریخی پس منظر پیش کرتے ہوئے کہا کہ پہلے دنیا میں جاگیرداری نظام تھا۔ اس کے بعد سرمایہ داروں نے وسائل اور اختیار پر قبضہ کیا اور صنعتوں کا وجود عمل میں آیا۔ صنعتی مزدوروں سے 18 گھنٹے تک کام لیا جاتا تھا جس کے بعد مزدوروں کے پاس آرام کے لیے 24 گھنٹوں میں سے صرف چھ گھنٹے بچتے تھے۔ مزدوروں کی زندگی اس استحصال سے اجیرن ہوگئی تو اس وقت 1886 میں امریکہ میں، جو سرمایہ داری نظام میں پیش پیش تھا، ریاست شکاگو میں مزدوروں نے ایک تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک میں مطالبہ کیا گیا کہ مزدوروں کے کام کے اوقات آٹھ گھنٹے مقرر کیے جائیں اور ان کی باقاعدہ اجرت کا تعین کیا جائے۔ جب یہ تحریک چلی تو مزدوروں پر زندگی تنگ کردی گئی اور اس وقت کے مزدور رہنماؤں کو تختہ دار پر لٹکایا گیا جن کا جرم صرف یہ تھا کہ انھوں نے مزدوروں کے حقوق کی بات کی، ان کے لیے باقاعدہ اجرت مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ مگر بالآخر اس جدوجہد نے کامیابی حاصل کی اور مزدوروں کے کام کے اوقات 8 گھنٹے طے ہوگئے۔ یوم مئی اسی پس منظر میں منایا جاتا ہے۔

پی کے ایم ٹی کے قومی رابطہ کار الطاف حسین نے افتتاحی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ مزدور طبقہ وہ طبقہ ہے جس کی محنت اور خون پسینے سے بڑی بڑی عمارتیں، شاہرائیں اور پل تعمیر ہوتے ہیں۔ تعلیمی ادارے اور ہسپتال تعمیر ہوتے ہیں لیکن بدقسمتی سے آج یہی طبقہ ان تمام تر سہولیات سے محروم ہے۔ مزدوروں کو ان کے فرائض بتائے جاتے ہیں کہ وہ یہ فرائض پورے کریں گے تو انہیں تنخواہ ملے گی لیکن ان کے حقوق کی بات نہیں کی جاتی اور اگر مزدور خود حق کی بات کرے تو اسے کام سے نکالنے کی دھمکی دی جاتی ہے، اسے کہا جاتا ہے کہ اگر حقوق کی بات کرو گے تو بھوکے مر جاؤ گے یہی وجہ ہے کہ روزگار سے محرومی کے خوف سے مزدور آواز نہیں اٹھاتے۔ مزدوروں کے حقوق کی بات تب ہی موثر ہوگی جب پورے پاکستان کے مزدور چاہے کھیت مزدور ہوں یا صنعتی مزدور سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونگے، ایک آواز ہونگے، تب ہم مزدوروں کے فرائض بتانے والوں کو اپنے حقوق بتائیں گے اور چھین لیں گے کیونکہ حقوق مانگے نہیں جاتے۔

پی کے ایم ٹی چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کی جماعت ہے

جو پاکستان کے تین صوبوں سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخوا کے 16 اضلاع میں کام کر رہی ہے۔ پی کے ایم ٹی دس سال کا سفر طے کرکے یہاں پہنچی ہے جس نے آج ہی کے دن یکم مئی 2008 کو اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔ پی کے ایم ٹی خوراک کی خودمختاری کے نظریے کے تحت زمین کے منصفانہ اور مساویانہ بٹوارے کے لیے کوشاں ہے۔ چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے بیج کے حق کے لیے پی کے یم ٹی نے بیج کے ترمیمی بل کے خلاف بھرپور احتجاج کیا، پریس کانفرنس کیں، ارکان اسمبلی سے بات کی لیکن یہ بل قومی اسمبلی سے پاس ہوگیا۔ پی کے ایم ٹی نے سینٹ ارکان سے بھی بات کی لیکن یہ بل صدر پاکستان کی منظوری کے بعد قانون بن گیا۔ ہم نے حوصلہ نہیں ہارا اور لاہور ہائیکورٹ میں اس قانون کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور ہمیں امید ہے کہ ہم یہ مقدمہ جیتیں گے۔ پی کے ایم ٹی کے پلیٹ فارم سے ہم پورے ملک کے کسانوں اور مزدوروں کو جمع کر کے ایک آواز بنیں گے۔ اس اتحاد کی مثال ایسی ہی ہے اگر ایک انگلی سے کسی کو ماریں تو انگلی ٹوٹ جائیگی لیکن ساری انگلیاں مل کر مکا بن جائیں تو کسی کا بھی منہ توڑا جاسکتا ہے۔ آئیں ہم سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں اور اپنے حق کی آواز بلند کریں۔

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک
ان کی تدریس سے پتھر بھی پگل سکتے ہیں

پی کے ایم ٹی کی جانب سے یوم مئی کے حوالے سے ایک ناٹک بھی پیش کیا گیا جس میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں اور صنعتی مزدوروں کے مسلسل استحصال کو اجاگر کیا گیا اور اس استحصال سے چھٹکارے کے لیے کسان مزدوروں کو متحد ہوکر جدوجہد کی ترغیب دی گئی۔

سماجی تنظیم روٹس فار ایکوٹی کی ڈاکٹر عذرا طلعت سعید کا کہنا تھا کہ جب پاکستان بنا تو ہم نے جو راستہ اختیار کیا اور اسے مضبوطی سے تھاما اسے سرمایہ داری نظام کہتے ہیں۔ 70 سال ہم نے سرمایہ داری کی غلامی کی۔ ہم نے صرف سرمایہ دار کی ہی غلامی نہیں کی، جیسا کہ ہم سب کو پتا ہے کہ ہمارے ملک میں بڑے بڑے جاگیردار بھی ہیں، ملک کے کھیت مزدور جاگیرداروں کے غلام رہے اور آج بھی ہیں۔ کارخانوں میں مزدوروں نے سرمایہ داروں کے ہاتھوں بے تحاشہ تکلیفیں، دکھ، اذیتیں اور استحصال برداشت کرتے ہوئے 70 سال اس ملک کو دیئے۔ کیا ان 70 سالوں میں ہمارے مزدور گھرانوں کے بچے تعلیم حاصل کرسکے، اعلی مقام پر جاسکے، کیا حکومت میں بیٹھ سکے؟ نہیں بلکہ جن لوگوں نے اس استحصال کے خلاف مزاحمت اور جدوجہد کا راستہ اختیار کیا ان کے نصیب میں جیل اور کال کوٹھریاں ہی آئیں۔

عالمی سطح پر معاشی پالیسیاں اور ان کے اثرات پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر عذرا طلعت سعید نے مزید کہا کہ 1995 میں ایک عالمی ادارہ ڈبلیو ٹی او (WTO) بنایا گیا۔ شاید ہمارے ملک کے 90 فیصد سے بھی زیادہ مزدور کسانوں کو اس ادارے کے بارے میں معلومات نہ ہوں جو ہمارے مزدور رہنماؤں کی ناکامی ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنے مزدوروں کو اس وقت کی سیاست سے آگاہی فراہم نہیں کی۔ امریکہ اور دیگر عالمی اداروں کے کہنے پر 1988 میں پاکستان بنیادی ڈھانچے میں اصلاحات یعنی اسٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام کے تحت تین

پالیسیوں کو رائج کرنے پر آمادہ ہوا۔ ان میں پہلی پالیسی تھی ڈی ریگولیشن، دوسری نجکاری اور تیسری آزاد تجارت۔ ملک کا مزدور جانتا ہے کہ نجکاری وہ لعنت ہے جو ہمارے گھروں میں بھوک اور مہنگائی لے کر آئی، کون نہیں جانتا کہ ٹھیکیداری نظام، یومیہ اجرت پر مزدوری اور نوکریوں سے خارج کر دینا نجکاری کے دیے ہوئے تحفے ہیں۔ جب تک ہم ان سرمایہ دارانہ پالیسیوں کو ختم نہیں کریں گے ہمیں ہمارے حقوق حاصل نہیں ہوسکتے۔

1990 کی دہائی میں عالمی سطح پر ایک بہت بڑا سانحہ رونما ہوا۔ سویت یونین کا خاتمہ ہوگیا۔ اس وقت تک دنیا میں طبقاتی سیاست یا مزدوروں کی سیاست تسلیم کی جاتی تھی۔ مزدوروں کے حقوق تسلیم کرنا ہماری حکومت کی مجبوری تھی کیونکہ حکومت جانتی تھی کہ اگر سرمایہ داری نظام میں کسانوں اور مزدوروں کو حق نہیں دیا گیا تو یہ کسان اور مزدور طبقاتی سیاست یا سرخ سیاست کی طرف راغب ہو جائیں گے۔ سویت یونین کے خاتمے کے بعد ملک میں زور وشور سے نجکاری کا آغاز کردیا گیا۔ تقریبا تمام سرکاری کارخانے بند کر دیے گئے یا فروخت کردیے گئے، مستقل ملازمتیں ختم کردی گئیں اور اب تین مہینے کی معیاد کے لیے مزدوروں کو بھرتی کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ غیر ملکی سرمایہ داری اور اس کی پالیسیوں کی وجہ سے ہوا۔ یہ ساری مزدور دشمن سیاست امریکہ اور یورپ سے نکلی ہے۔

دنیا بھر میں امریکہ جیسے سامراجی ملک کا یہی کام ہے کہ پاکستان جیسے غریب ممالک میں مزدوروں سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے اور انہیں کم سے کم اجرت دی جائے۔ اس وقت پاکستان میں امریکہ کے علاوہ دوسری سامراجی قوت چین ہے جو ہمارے ملک میں اندر تک داخل ہو چکی ہے، راہداریاں بن رہی ہیں، ہمارے کارخانوں میں چینی تعینات ہورہے ہیں اور استحصال کا ایک نیا دور شروع ہورہا ہے۔ اگر ہم آج بھی اس ظلم کو نہیں سمجھ سکے اور وہی روایتی مزدور سیاست کرتے رہے جو گزشتہ 70 سالوں سے کررہے ہیں تو مزدور مزید بدتر حالات کا شکار ہو جائیں گے۔ پی کے ایم ٹی ملک کے تین صوبوں میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہے اور ہر ضلع سے خبر آتی ہے کہ مزدور چینی منصوبوں پر 12 گھنٹے کام کررہے ہیں۔ پہلے اگر مزدور بین الاقوامی کمپنی میں کام کرتے تھے تو انہیں اجرت مقامی کمپنیوں کے مقابلے میں زیادہ دی جاتی تھی اب صورتحال اس کے برعکس ہے اور مزدوروں کو دیے جانے والے کھانے کا معیار بھی انتہائی ناقص ہے۔ ان مزدوروں کے لیے ہی ہم اور آپ آج یہاں بیٹھے ہیں، ان کے لیے لڑرہے ہیں۔ آپ آپس میں اتحاد کریں، مزدوروں کو اکھٹا کرنا شروع کریں، یونین کونسلوں میں اپنے یونٹ بنائیں اور تھوڑی بہت تحقیق بھی شروع کریں اور سوچیں سمجھیں کہ مزدوروں کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ جب تک حکومت مزدور، محنت کش کی نہ ہو کبھی یہ جاگیردار، سرمایہ دار آپ کو کھانا نہیں دیں گے، آپ کے بچوں کی صحت وتعلیم، آپ کے گھر اور عورتوں کو تحفظ نہیں ملے گا۔ اگر ہم ان سرمایہ دار قوتوں سے لڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو پھر ہمیں اس پنڈال میں نہیں اپنے گھروں میں بیٹھ جانا چاہیے۔ اگر ہم یہاں آتے ہیں تو یہ سوچ کر آئیں کہ اپنا حق ہر حال میں ہر قیمت پر لیں گے، اپنے بچوں، اپنے ماحول کے تحفظ کے لیے اور اپنی بقاء کے لیے ہر قربانی دینے کو تیار رہیں۔ قربانی کے بغیر ہم اپنے حقوق نہیں لے سکتے، صرف نعرے بازی سے حق نہیں ملے گا۔

ہزارہ لیبر فیڈریشن کے رہنما میاں ظہور الحق نے مزدوروں کی موجودہ صورتحال پر بات کرتے ہوئے کہا کہ آج بھی حطار انڈسٹریل اسٹیٹ میں تقریباً تمام کارخانوں میں 10 سے 12 گھنٹے کام لیا جاتا ہے اور مزدوروں کو اوور ٹائم بھی دگنا نہیں دیا جاتا، انہیں کنٹریکٹ پر رکھا جاتا ہے اور بھرتی یا برطرفی کے دستاویز بھی نہیں دیے جاتے۔ مزدوروں کو مقررہ کم سے کم اجرت نہیں دی جاتی۔ بارہ گھنٹے کام کے بدلے عورتوں کو صرف 8,000 روپے اور مردوں کو 10,000 سے 12,000 روپے ماہانہ اجرت دی جاتی ہے۔ مزدوروں کے لیے حالات یہ ہیں کہ لیبر کورٹ میں چار چار سال سے ان کے مقدمات التواء میں ہیں۔

مزدور تحریکوں اور مزدوروں کے حالات پر بات کرتے ہوئے ولی حیدر نے کہا کہ آج ملک میں مزدور جن حالات کا شکار ہیں اس میں کہیں ہماری مجبوریاں ہیں اور کہیں سازشیں ہیں۔ جیسے کہ ڈاکٹر عذرا طلعت سعید نے کہا کہ سویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد ملک میں مزدور تحریکیں کمزور پڑ گئیں تھیں۔ ہمارے پڑوسی ملک میں ایک انقلابی تحریک موجود تھی جس کے اثرات پاکستان پر بھی پڑ رہے تھے اور پاکستان کے مزدور طبقے کی بنیاد پر یکجا ہونے کی کوشش میں لگے تھے۔ پاکستان کی بائیں بازو کی تحریکیں مزدوروں اور کسانوں کے حقوق کی جدوجہد پر کاربند تھیں لیکن جیسے ہی سویت یونین ٹوٹا یہ تحریکیں کمزور پڑگئیں اور ہم پر مختلف طریقوں سے وار کیے گئے۔ سرمایہ داروں نے اس موقع کو غنیمت جانا، مزدوروں پر ناصرف سرمایہ داروں کا ظلم بڑھا بلکہ حکومت کی جانب سے نئے نئے قوانین سامنے آنے لگے۔ ایک حکومتی دستاویز کے مطابق مزدور کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ ہنرمند (اسکلڈ) مزدور وہ ہے جو میٹرک پاس ہے یعنی اگر آپ پڑھے لکھے نہیں ہیں تو چاہے آپ کتنے ہی ہنرمند ہوں، جدید مشینری چلاسکتے ہوں آپ ایک عام مزدور ہی ہیں ہنرمند نہیں۔ مزدور تحریکیں کمزور پڑنے کے بعد مزدور سیاست میں این جی اوز اور یو

ایس ایڈ جیسے دیگر ادارے داخل ہو گئے۔ مزدوروں کو سکھایا جانے لگا کہ وہ طبقہ اور آپس میں جڑت کو چھوڑیں اور سی بی اے بنائیں اور اس کے ذریعے اپنے مطالبات پیش کریں۔ اس طرح تو لیبر بورڈ میں بھی مزدوروں کی نمائندگی ہے تو پھر کیوں ہمارا مزدور آج اس حال میں ہے؟ کیونکہ اوپری سطح پر تو مزدور کی حمایت کرنے والا طبقہ ترقی کرگیا لیکن مزدور آج بھی وہیں کا وہیں ہے۔ پورے ملک میں مزدور کالونیوں میں مزدوروں کو کواٹر کے مالکانہ حقوق دے دیے گئے لیکن حطار کے مزدور آج بھی مالکانہ حقوق سے محروم ہیں جس پر ہم احتجاج کرتے ہیں۔ مزدور تحریکوں کے کمزور پڑنے کے بعد ہمیں بانٹنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہمیں قومیتوں کی بنیاد پر بانٹا گیا حالانکہ چاہے مزدور کہیں کا ہو وہ صرف مزدور طبقہ کی بنیاد پر جڑتا ہے۔ پھر ہمیں مذہب اور فرقوں میں تقسیم کردیا گیا، لیکن پاکستان کی مزدور تحریک تابناک ہوسکتی ہے اور ہم اسے پھر سے کھڑا کرسکتے ہیں، اس کے لیے ہمیں پھر سے متحد ہونا ہے۔ اس وقت پاکستان میں دو فیصد بھی مزدور نہیں جو یونین سازی کے ذریعے متحد ہوں کیونکہ ہم نے کوئی منظم تحریک شروع نہیں کی۔ پاکستان سمیت پوری دنیا میں مستقل مزدوروں کی تعداد کم ہوگئی ہے۔ پاکستان میں یہ تعداد 15 فیصد ہے جبکہ اب زیادہ تر ملازمتیں خدمات کے شعبے میں ہیں۔ جیسے کہ اب چین ہمارے ملک میں سرمایہ کاری کررہا ہے، ہم خدمات فراہم کریں گے، ہم کچھ بنائیں گے نہیں بلکہ مڈل مین بن کر مال بیچیں گے۔ اب انتہائی ضروری ہے کہ ملکی سطح پر صوبے، شہر اور شعبے کی بنیاد پر سارے مزدور جمع ہو جائیں اور اپنے حقوق کے حصول کے لیے پورے ملک میں ہڑتال کریں، مزدور طبقے کی بنیاد پر خود کو منظم کریں۔ اس وقت بدلتے حالات میں منظم ہونے کے نئے طریقے تلاش کیے بغیر مزدور تحریک کا دوبارہ اٹھنا اور حقوق حاصل کرنا مشکل ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مزدور کی بنیاد پر خود کو متحد کریں۔ آج ہمارے پاس وہ لوگ نہیں رہے جو ماضی میں مزدور حقوق کی جدوجہد میں آتے تھے، ہم تعلیمی آگاہی پروگرام (اسٹڈی سرکل) نہیں کرتے اسی لیے آج مزدوروں کو پتا ہی نہیں کہ انہیں متحد ہوکر جدوجہد کرنے کی ضرورت کیوں ہے۔ اگر ہم جڑ کر اپنے تعلیمی آگاہی پروگرام بحال کریں، اپنی افرادی قوت کو دوبارہ منظم کرنے کی کوشش کریں، جدوجہد کے نئے اصول مرتب کریں تو انشاءاللہ مزدور طبقہ دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوگا اور جدوجہد کرے گا۔

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

پاکستان مزدور محاز کے رہنما قاضی نعیم قریشی نے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بنیادی بات یہ ہے کہ جب تک مزدور طبقہ اپنے اندر اتحاد پیدا نہیں کرے گا اس وقت تک کوئی طاقت آپ کو ظلم سے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ پاکستان جب بنا تو ایک زرعی معاشرہ تھا اور جو ہمارے حصے میں آئی وہ زرعی معیشت ہے جس پر طبقہ اشرافیہ قابض ہے، اس ملک کے جاگیردار اور قبائلی سردار قابض ہیں۔ غریب کسانوں کی اکثریت بے زمین ہے یا بہت ہی کم زمین کی مالک ہے جبکہ لاکھوں ایکڑ زمین ان جاگیرداروں اور قبائلی سرداروں کے پاس ہے جو انہیں انگریزوں کی خدمت کے بدلے اور 1857 کی جنگ آزادی میں غداری کے بدلے دی گئی تھیں۔ ہمیں ان سے یہ جاگیریں واپس لینی ہیں کیونکہ ان پر

کسانوں کا حق ہے۔

پی کے ایم ٹی، ہری پور کے رکن آصف خان نے کہا کہ پاکستان بننے سے پہلے یہاں انگریزوں کی حکومت تھی جو یہاں بہت سے قانون بنا کر گئے۔ انگریزوں کے جانے کے بعد اس خطے میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا قبضہ ہو گیا اور انگریزوں کے وہی قوانین آج بھی یہاں رائج ہیں جس کی وجہ سے آج تک مزدوروں کے یہ حالات ہیں۔ یہاں ایک مزدور طبقہ ہے جو سڑکوں پر، کارخانوں میں اپنا خون پسینہ ایک کرتا ہے اور ایک طبقہ وہ ہے جو ٹھنڈی گاڑیوں، ٹھنڈے کمروں اور محلات میں عیاشی کر رہا ہے۔ ان ٹھنڈی گاڑیوں اور ٹھنڈے کمروں اور محلات کا ایندھن آپ مزدوروں کا خون ہے۔ ان حالات میں ہم نے کیا کرنا ہے؟ یہاں اس سے پہلے بھی اس پر بات ہوئی کہ ہم سب منظّم ہو جائیں اور جدوجہد کریں۔ ہمیں منظّم ہونے اور تنظیم سازی کے لیے مزاحمت کی بنیاد پر جدوجہد کرنی ہے۔ جب کسی معاشرے میں طبقاتی فرق بڑھ جاتا ہے تو وہاں ناانصافی تشدد اور استحصال ہوتا ہے۔ ان حالات میں دو طرح کی جدوجہد سامنے آتی ہیں۔ ایک مزاحمتی جدوجہد اور دوسری مفاہمتی جدوجہد۔

ہمارے لیے ضروری ہے کہ اپنی جدوجہد کا راستہ اور منزل کا تعین کریں کہ ہمیں کون سی جدوجہد کرنی ہے۔ مزاحمتی جدوجہد میں افراد اور تنظیمیں منظّم انداز میں معاشرے میں ظلم نا انصافی اور استحصال کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرتی ہیں۔ ان کا ایک خاص نظریہ ہوتا ہے، فکر ہوتی ہے جو کارکن میں ایسا جذبہ پیدا کر دیتی ہے جو ظلم اور نا انصافی کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے ہر طرح کی مشکلات، اذیتیں برداشت کرتے ہیں۔ مزاحمت کرنے والے گروہ ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کے انسانیت کی بقاء اور استحصال کے شکار طبقے کی فلاح بہبود کے لیے جدوجہد کرتے ہے جن کا مقصد اپنا مرتبہ اونچا کرنا نہیں ہوتا۔ جس معاشرے میں مزاحمت ختم ہو جائے وہاں ارتقائی عمل رک جاتا ہے، وہاں پر بھوک، غربت، بیروزگاری عام ہونے لگتی ہے، انصاف کا فقدان ہو جاتا ہے کیونکہ مفاہمت اور سمجھوتے انسانی دماغ کو کھا جاتے ہیں اور بے جان کر دیتے ہیں۔ مفاہمتی جدوجہد میں دانشور اور قلمکار اہل اقتدار کی خوشنودی میں مصروف ہو جاتے ہیں تو استحصال کے شکار عوام مزاحمت کے بجائے خودکشی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ موجودہ حالات میں ہم نے صرف اور صرف مزاحمتی جدوجہد کرنی ہے، ایسی تحریک بنانی ہے جس کا ڈھانچہ مزاحمت کی بنیاد پر کھڑا ہو، جو منصفانہ اور مساویانہ زمین کے بٹوارے کے لیے جدوجہد کرے۔ ایسی تحریک بنانی ہے جس کا ہدف وسائل پر مزدور کسانوں کا اختیار ہو، جو ماحول کو تحفظ دے، انصاف پر مبنی معاشرے میں پائیدار زراعت کو ممکن بنائے، پدر شاہی کا خاتمہ کرے۔ یہ تبدیلی اوپر سے نہیں آئے گی، جب تک ہم خود کوشش نہیں کریں گے تبدیلی کا کوئی امکان نہیں۔ مفاہمتی جدوجہد صرف محتاجی ہے، غلامی ہے جبکہ مزاحمتی جدوجہد میں خوشحالی ہے، خود مختاری ہے، آزادی ہے اور پائیدار ترقی ہے۔ فیض احمد فیض نے کہا تھا کہ

ہم محنت کش جگ والوں سے جب اپنا حصہ مانگیں گے
اک کھیت نہیں اک دیس نہیں ہم ساری دنیا مانگیں گے
یاں ساگر ساگر موتی ہیں یاں پربت پربت ہیرے ہیں
یہ سارا مال ہمارا ہے ہم سارا خزانہ مانگیں گے

پی کے ایم ٹی، خیبر پختونخوا کے رابطہ کار فیاض احمد نے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے جلسے میں شرکت کرنے والے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

ڈونلڈ ٹرمپ، بس اب اور نہیں!

تحریر: الطاف حسین

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کہتے ہیں کہ ''آپ نے ہمیں ڈبل کراس کیا۔ ہم نے آپ کو 33 ارب ڈالر دیے۔ آپ نے ہمارا کام نہیں کیا''۔ جبکہ ہماری حکومت کہتی ہے کہ پاکستان کو 15 ارب ڈالر ملے ہیں اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں نقصان 110 ارب ڈالر کا ہوا ہے۔ جب سے پاکستان بنا ہے مجموعی طور پر امریکہ نے ہمیں نقصان ہی دیا ہے۔ لیکن ایک کسان ہونے کے ناتے میں آج زراعت پر پڑنے والے اثرات پر بات کروں گا، 2008 سے 2011 تک ہونے والے نقصانات کی بات کروں گا۔

آپ کے علم میں ہے کہ مالاکنڈ ڈویژن کے اضلاع لوئر دیر، اپر دیر، شانگلہ، سوات اور ضلع بونیر میں آڑو، خوبانی، آلو بخارا، گندم، مکئی، چاول، پیاز، ٹماٹر بڑے پیمانے پر کاشت ہوتے ہیں جبکہ چھوٹے پیمانے پر دیگر کئی سبزیاں اور میوہ جات بھی کاشت کیے جاتے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کی وجہ سے مالاکنڈ ڈویژن کے کئی اضلاع کے عوام کو اپنا گھر، تیار فصلیں اور باغات چھوڑ کر اندرون ملک نقل مکانی کرنی پڑی اور وہ آئی ڈی پیز بن گئے۔ میرا اپنا آلو بخارے کا باغ ہے جس سے اٹھارہ لاکھ روپے آمدنی ہوتی ہے۔ اس وقت ہماری ساری پیداوار ضائع ہوئی اور کسانوں کو اربوں روپے کا نقصان ہوا۔ اب ہمارے باغات پانی نہ ملنے کی وجہ سے سوکھ رہے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں کرفیو لگا رہتا تھا جس کی وجہ سے ہم اپنی پیداوار فروخت نہیں کر سکتے تھے۔ آئی ڈی پیز بن کر ہمارے لوگوں نے پانچ سے چھ مہینے اسکولوں، حجروں

میں رہ کر مصیبتیں اٹھائیں۔ نہ وقت پر کھانا، نہ وقت پر سونا، ہمارے لوگ ذہنی مریض بن گئے۔ جب واپس آئے تو کسی کا باپ لاپتہ، کسی کا بھائی اور بیٹا لاپتہ۔ گھر برباد، فصلیں برباد، باغات برباد، مویشی مرگئے۔ آئی ڈی پیز بن کر بے سروسامانی تو تھی ہی گھر پہنچ کر بھی بے سروسامانی کا عالم تھا۔ جناب ڈونلڈ ٹرمپ ہم نے یہ تمام مصیبتیں اٹھائیں اور آپ کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہم برباد ہوگئے۔ آپ نے ہمیں تباہ کیا۔ اللہ آپ کو برباد کرے۔

ہمارے کسان مال مویشی پالتے ہیں تاکہ دودھ حاصل کرسکیں یا انہیں پال کر فروخت کرسکیں۔ نقل مکانی کے وقت ہم نے سوچا کہ کچھ لوگ مویشیوں کو چارہ پانی دینے کے لیے وہیں چھوڑدیں لیکن یہ خوف بھی تھا کہ کہیں طالبان انہیں قتل نہ کردیں۔ مجبوراً تمام لوگ وہاں سے نکل گئے اور ہمارے مویشی پانی اور چارہ نہ ملنے کی وجہ سے مرگئے۔ میں یہاں صرف اپنے ایک دوست کی بات کروں گا جس نے دو گائے پال رکھی تھیں جس کے بچے بھی تھے لیکن جب وہ واپس آیا تو اس کے جانور مرچکے تھے۔ ایک گائے کی قیمت ایک لاکھ دس ہزار تھی، اور وہ جانور کیسے تڑپ تڑپ کر مرے ہوں گے، کیا یہ ظلم نہیں؟ کیا یہ انسانیت ہے؟

اس دوران تعلیمی ادارے بند رہے۔ بچے تعلیم سے محروم رہے۔ اسکول بارود سے اڑا دیے گئے جو سات سالوں میں دوبارہ تعمیر ہوئے اور اقوام متحدہ میں امریکہ کی مندوب خاتون کہتی ہیں کہ ”امریکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا پیسہ آپ نے جنگجوؤں کو کھلایا“۔ بس کریں اب اور جنگجوؤں کو نہ کھلائیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے ڈبل کراس کیا لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ نے ہمیں تباہ کیا۔ بس اب اور نہیں!

کپاس کی فصل اور حکومتی عدم دلچسپی

تحریر: محمد اسلم

پاکستان دنیا میں کپاس پیدا کرنے والے بڑے ممالک میں شامل ہے لیکن گزشتہ تین سالوں سے کپاس کی فصل کو لگنے والی مختلف بیماریوں کی وجہ سے بدترین بحران کا شکار ہے جس کی وجہ سے کپاس کے زیر کاشت علاقوں میں کسان بھی شدید پریشانی کا شکار ہیں۔ کپاس ملک کے لیے زرمبادلہ کے حصول کا اہم ترین ذریعہ ہے جسے وائٹ گولڈ یعنی سفید سونا بھی کہا جاتا ہے۔ پاکستان اس سفید سونے سے حاصل ہونے والے زرمبادلہ سے محروم ہوتا جارہا ہے، بلکہ اب کپاس کی مقامی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسرے ممالک سے کپاس درآمد کررہا ہے۔ کپاس کی پیداوار میں کمی کی وجہ سے ملکی کپڑے اور دھاگے کی صنعت بھی بری طرح متاثر ہورہی ہے۔ کپاس کی فصل کو لگنے والی بیماریوں اور پیداوار میں کمی کی سب سے بڑی وجہ بی ٹی کپاس اور بیج پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کا قبضہ ہے۔ یہ کمپنیاں ہمیشہ اپنے مفاد میں کام کرتی ہیں اور کسانوں کو ان فصلوں کی طرف راغب کرتی ہیں جن سے کمپنیوں کو زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہوتا ہے۔ کچھ ایسی افواہیں بھی گردش کررہی ہیں کہ حکومت زراعت کو چین کے تابع کرنا چاہتی ہے۔ جب بھی کوئی اپنی پالیسی کسی دوسرے ملک کو دیتا ہے تو اپنے مفادات کو پہلے تحفظ دیتا ہے۔ اطلاعات کے مطابق چین چاہتا ہے کہ جو فصلیں چین میں وافر ہیں وہ پاکستان میں کاشت نہ ہوں اور جو فصلیں چین میں پیدا نہیں ہوتیں وہ پاکستان میں کاشت کروائی جائیں تاکہ ان سے اپنی ضروریات پوری کی جاسکیں۔ موجودہ صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری حکومت، عوام اور بلخصوص کسانوں کو ہوش میں آجانا چاہیے کہ اب ہم اپنی ضرورت کی فصلوں کو ترجیح دیں تاکہ ہمیں کسی دوسرے ملک یا قوم کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ ہماری حکومت کو بھی ایسی پالیسی وضع کرنی چاہیے جو پاکستان، عوام اور کسانوں کے مفاد میں ہو۔

گنے کی کاشت اور مسائل کے شکار کسان

تحریر: راجہ مجیب

کسان کی زندگی پریشانیوں سے بھری ہوئی ہے جنہیں دور کرنے کے کوشش میں وہ ہر اس سازش کا شکار ہو جاتا ہے جس میں بظاہر اسے ترقی کے خواب دکھائے جاتے ہیں۔ سبز انقلاب کے تحت اپنائے گئے پیداواری طریقوں کے ذریعے زیادہ پیداوار کے چکر میں کسان محتاجی کے ایسے چکر میں پھنس گیا ہے جہاں سے نکلنے کی کوشش میں وہ مزید سازشوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ حالیہ دنوں میں کسانوں نے خوشحالی اور قرضوں سے نجات کا حل گنے کی کاشت کو سمجھ لیا ہے، کیونکہ کسان عالمی سطح پر ان ہتھکنڈوں سے لاعلم ہیں جن کے ذریعے سرمایہ دار ممالک اور ان کی کمپنیوں نے خوراک پر اپنے اختیار کی منصوبہ بندی کی ہے۔

گھوٹکی سمیت سندھ کے نو اضلاع میں حکومت سندھ نے اہم غذائی فصل چاول کی کاشت پر یہ کہہ کر پابندی عائد کی کہ ملک میں پانی کی قلت ہے اور پانی کے زیادہ استعمال کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح بلند ہورہی ہے، تو کیا سندھ حکومت کو یہ علم نہیں کہ گنے کے فصل میں بھی چاول کی طرح پانی کا بھرپور استعمال کیا جاتا ہے؟

کسان زیادہ آمدنی کی امید میں بی ٹی کپاس کاشت کرتا ہے جو ہمارے گرم علاقوں میں اس وقت تک پیداوار نہیں دیتی کہ جب تک گرمی کا موسم گزر نہیں جاتا۔ یعنی اکتوبر کے آخر میں اور نومبر کے ابتدائی دنوں میں بی ٹی کپاس کے پودوں میں پھول ٹھہرنا شروع ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے گرمی کی وجہ سے کپاس کے پھول جھڑتے رہتے ہیں۔ نومبر میں ہی گندم کی بوائی کا موسم بھی شروع ہو جاتا ہے جو ہماری خوراک کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس صورتحال میں کسان گندم کاشت نہیں کر پاتا اور اس کے پاس سوائے صبر کرنے کے کوئی چارہ نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت تک کسان اپنے کپاس کے کھیت پر ہزاروں روپے خرچ کر چکا ہوتا ہے۔

گنا کاشت کرنے والے کسانوں کو بھی ایسی ہی صورتحال کا سامنا ہوتا ہے۔ گنے کی کاشت میں پہلے ہی واضح ہوتا ہے کہ یہ پورے سال کی فصل ہے جس میں کسان کوئی اور فصل کاشت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ کسان گنے کی کاشت سے بہت پرامید ہوتا ہے اور پورے سال گردش کرنے والی افواہیں اس کی خوشی میں مزید اضافہ کرتی رہتی ہیں لیکن جب فصل تیار ہوتی ہے اور شدید مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد جب گنا شوگر مل تک پہنچتا ہے تو کسان کی ساری خوشیاں ماند پڑ جاتی ہیں کیونکہ نہ تو کسان کو گنے کی مقرر کردہ سرکاری قیمت ملتی ہے اور نہ ہی اسے وقت پر رقم ملتی ہے۔

رواں سال کسانوں کے شدید احتجاج اور اعلیٰ عدلیہ کے دیئے ہوئے فیصلے کے باوجود شوگر مل مالکان نے گنے کی سرکاری قیمت 182 روپے فی من کے بجائے 160 روپے فی من پر کسانوں سے گنا خریدا۔ کسانوں کے مطابق فی من 25 روپے کرایہ کی مد میں کاٹ لیے جاتے ہیں اور بقیہ 135 روپے فی من کسان کو دیئے جاتے ہیں۔ کسانوں سے ہی حاصل کردہ معلومات کے مطابق اوسطاً ایک ایکڑ زمین سے 700 من گنے کی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ 135 روپے فی من قیمت کے حساب سے کسان کو کل 94,500 روپے گنے کی قیمت ملتی ہے۔ فی ایکڑ فصل پر اخراجات تقریباً 54,875 روپے ہوتے ہیں۔* اس حساب سے بظاہر کسان کی آمدنی 39,625 روپے بنتی ہے۔ اس آمدنی کو ماہانہ بنیاد پر تقسیم کریں تو ایک مہینے کی کسان کی آمدنی صرف 3,302 روپے بنتی ہے۔

یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے گنے کی پیداوار کے حصول کے لیے کسان کو کن مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔

- بوائی سے لے کر فصل کی تیاری تک سال کے بارہ مہینے گنے کی فصل کو کم از کم 20 دفعہ پانی دینا پڑتا ہے۔
- فصل کی کٹائی کے لیے کسان مزدوروں کی تلاش آسان کام نہیں، ان دنوں ہر طرف گنے کی کٹائی شروع ہو جاتی ہے اور کٹائی، صفائی اور پیداوار کو ٹرالی پر لادنے کے لیے خاص مہارت رکھنے والے مزدوروں کو تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے۔
- ٹریکٹر ٹرالی کرائے پر حاصل کرنا پڑتی ہے۔
- ان تمام مراحل سے پہلے شوگر مل کے مقرر کردہ نمائندے سے فصل کی جانچ کروانا اور اس سے ایک خاص کوڈ والی کاپی حاصل کرنا جس کو پاس بک کہا جاتا ہے۔
- پاس بک اور مخصوص کوڈ کے حصول کے بعد بینک کھاتہ کھلوانا۔
- گنا ٹرالی پر لادنے کے دوران شوگر مل کے نمائندے سے ٹرالی کا پرمٹ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ یہ مشکل ترین مرحلے میں شامل ہوتا ہے کیونکہ پرمٹ کا حصول عام کسان کے بس کی بات نہیں۔ مل انتظامیہ کی جانب سے علاقوں کو مختلف حصوں یعنی سرکل میں تقسیم کیا جاتا ہے اور وہاں ایک دفتر بنایا جاتا ہے جس میں سرکل انچارج سربراہ ہوتا ہے جو کسانوں کو ٹرالی پرمٹ جاری کرتا ہے۔ اس پرمٹ کے حصول کے بعد ہی کسان کا

گنا شوگر مل میں داخل ہوسکتا ہے۔عموماً ہوتا یہ ہے کہ سرکل انچارج کے دفتر فون کرنے والوں کو فون مصروف ہونے کا جواب سنائی دیتا ہے۔ یہ سرکل انچارج کسی لمحے بھی اپنے دفتر میں نہیں ملتا۔ علاقے کے بااثر زمینداروں کو یہ ٹرالی پرمٹ ان کے ڈیروں پر پہنچادیئے جاتے ہیں۔

- ہر طرح کی جدوجہد اور پرمٹ حاصل کرنے کے بعد گنے سے لدی ٹرالی کم سے کم چھ دن بعد شوگر مل میں گنا پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔
- مل انتظامیہ اکثر اوقات غریب کسانوں سے گنا صاف نہ ہونے کا جواز پیش کرکے فی ٹرالی 50 من وزن کاٹ لیتی ہے۔

رواں سال سندھ میں گنے کے کاشتکاروں کی جانب سے احتجاج کے دوران یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ گنے کی سرکاری قیمت سندھ ہائیکورٹ کے فیصلے کے مطابق ادا کی جائے۔ اس کے علاوہ کئی اضلاع میں ہزاروں کسانوں کا یہ مطالبہ بھی تھا کہ انہیں گزشتہ سال کے گنے کی واجب الادا رقم بھی ادا کی جائے۔مل انتظامیہ روڈ ڈیولپمنٹ سیس یعنی سڑکوں کی تعمیر کے لیے ٹیکس کے نام سے کسانوں سے 25 پیسے فی من وصول کرتی ہے جس میں مل انتظامیہ بھی 25 پیسے فی من شامل کرتی ہے اور یہ رقم ہر سال اسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے قائم کردہ کھاتے میں جمع کروائی جاتی ہے۔ضلعی انتظامیہ بھی اس رقم میں 50 پیسے فی من کے حساب سے حصہ ڈالتی ہے اور یوں فی من ایک روپیہ کے حساب سے رقم جمع ہو جاتی ہے۔ اس رقم کی وصولی کا مقصد یہ ہے کہ اسے ضلع میں سڑکیں پکی کرنے کے لیے استعمال کیا جائے لیکن گھوٹکی میں ضلع بھر کی سڑکیں تباہ حال ہیں جس کی وجہ سے گنے سے لدی ٹرالی کے الٹ جانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور اگر ٹرالی کہیں الٹ جائے جو اکثر ہوتا بھی ہے، تو کسان کا خرچہ دگنا ہو جاتا ہے۔

گنے کی کاشت زمین کی زرخیزی کے لیے بھی بہتر نہیں جو رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے۔ گنے کا کاشتکار براہ راست مندرجہ بالا مشکلات کا شکار تو ہوتا ہی ہے لیکن ساتھ ہی گندم جیسی غذائی فصل سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور خوراک کی کمی کے اثرات پورے معاشرے پر پڑتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو طاقتیں دنیا میں خوراک کو اجارہ داری قائم کرنے کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کررہی ہیں وہی گنے کی کاشت کو فروغ دے رہی ہیں۔ کیونکہ گنے سے محض چینی ہی نہیں بنائی جاتی، مل مالکان اسی گنے سے ایتھنول بھی تیار کرتے ہیں۔ تیل کمپنیوں نے مستقبل میں تیل کے بحران سے نمٹنے کے لیے ایگرو فیول یعنی نباتاتی ایندھن کی پیداوار پر زور دینا شروع کیا ہے اور گنے سے ایتھنول کا حصول بھی اسی پالیسی کا حصہ ہے۔

شوگر ملوں کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی میں بھی بے پناہ اضافہ ہورہا ہے۔گھوٹکی شوگر مل سے نکلنے والا کیمیکل ملا زہریلا پانی بغیر صاف کیے گھوٹکی فیڈر کنال میں خارج کردیا جاتا ہے۔ شوگر ملوں سے نکلنے والی راکھ سڑکوں کے کنارے پھینک دی جاتی ہے جہاں سے یہ راکھ اڑ کر ہوا میں شامل ہو جاتی ہے۔ضروری ہے کہ گنا کاشت کرنے والے کسان سوچ بچار کریں، خود کو اور معاشرے کو درپیش ان مسائل سے تحفظ کے لیے گنے کی کاشت کو محدود کریں اور غذائی فصلوں کی کاشت کو ترجیح دیں۔حکومت گنے کے کاشتکاروں کو درپیش مسائل کا مستقل حل تلاش کرے اور ضرورت سے زیادہ شوگر ملوں کو فوری طور پر بند کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی آلودگی ختم کرنے کے لیے بھی ٹھوس اقدامات کرے۔

* احمد جنید۔''چینی کی صنعت کی ترقی: فائدہ کس کا''۔چیلنج جنوری تا اپریل، 2015، صفحہ 26۔

خانپور ڈیم، ضلع ہری پور

رپورٹ: فیاض احمد

پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کی اکثریتی آبادی کا ذریعہ معاش بھی زراعت ہی ہے۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد زمین کسانوں میں منصفانہ طور پر تقسیم نہیں کی گئی۔مٹھی بھر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا زیادہ تر پیداواری وسائل اور ملکی سیاست پر آج بھی قبضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانون سازی بھی اس طبقہ اشرافیہ کے لیے ہوتی ہے اور ترقیاتی منصوبے بھی اسی طبقے کے مفادات کو مدنظر رکھ کر بنائے جاتے ہیں۔ ملک کے 90 فیصد سے بھی زیادہ عوام سے ان ترقیاتی منصوبوں پر رائے نہیں لی جاتی جس کی وجہ سے اکثر بڑے بڑے ترقیاتی منصوبے ناکام اور بے مقصد ہو جاتے ہیں۔ کچھ منصوبوں پر سیاست کی جاتی ہے جس کا مقصد کسی کو کمزور اور کسی گروہ کو مضبوط کرنا ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک منصوبہ 70 کی دہائی میں خانپور ڈیم کے نام سے ضلع ہری پور میں جنرل ایوب خان نے شروع کیا تھا جس کا مقصد تھا کہ پنجاب اور کے پی کے میں زراعت میں اضافہ اور سبز انقلاب متعارف کرانا تھا۔ خانپور ڈیم کے ساتھ ہی نہری نظام کے قیام اور پھر اسی علاقے سے پاک میکسی گندم، کیمیائی کھاد اور ٹریکٹر اسکیم کا اجرا ہوا کیونکہ ایوب خان کا تعلق بھی ضلع ہری پور سے ہی تھا۔ خانپور ڈیم منصوبے کے پیچھے ایوب خان کا ایک اور مقصد یہ تھا کہ خانپور میں راجگان خاندان، جو ایک جاگیردار خاندان تھا اور سیاست میں بھی مضبوط تھا، کو کمزور کیا جائے۔ ایوب خان نے سرکاری اعلامیہ کے ذریعے خانپور کے

پرانے علاقے کی زمینوں، آبادیوں، مساجد اور قبرستان تک کو نہ چھوڑا اور اس علاقے پر زبردستی قبضہ کرلیا گیا۔ یاد رہے کہ راجگان خاندان کو یہ زمین انگریزوں نے سکھوں کے خلاف جنگ میں مدد کرنے پر دی تھی جو اس سے پہلے ریاست کی ملکیت ہوتی تھی۔ اس کے بعد خانپور کے رہائشیوں کو دوسرے علاقے میں آباد کیا گیا۔ اسی دوران چھوٹے کسانوں کی زمینوں اور گھروں کی زرتلافی کی رقم راجگان خاندان نے محکمہ مال سے مل کر خود حاصل کرنے کوشش کی۔ زمینوں، پہاڑوں پر جو درخت تھے انہیں محکمہ مال سے اپنے نام لکھوا کر اعلیٰ دام بھی وصول کیے۔ دوسری طرف چھوٹے اور بے زمین کسانوں نے اس حق تلفی کے خلاف متحدہ ہو کر محمد شبیر، سیکریٹری واپڈا یونین کی زیرنگرانی بھرپور جدوجہد کی جس کے بعد گورنر حیات محمد خان شیر پاؤ تک کسانوں کی آواز پہنچی جنھوں نے مداخلت کرکے اہل علاقہ کو ان کے حقوق دلوائے۔

خانپور ڈیم اسلام آباد سے 40 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ 1983 میں یہ ڈیم 1,352 ملین روپے کی لاگت سے تعمیر ہوا۔ یہ ڈیم ایبٹ آباد سے آنے والے دریائے ھارو پر بنایا گیا ہے۔ ڈیم میں 110,000 ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہے اور اس کی اونچائی 167 فٹ (51 میٹر) ہے۔ گرم خشک موسم اور بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے ڈیم میں پانی بہت کم ہو چکا ہے جو انتہائی حد (ڈیڈ لیول 1,910 فٹ) سے صرف 20 فٹ اوپر ہے۔ خانپور ڈیم سے ہری پور، کے پی کے اور راولپنڈی، پنجاب کو زرعی مقاصد کے لیے پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام آباد شہر کو اور حطار، ہری پور میں سیمنٹ کے کارخانوں کو بھی پانی اسی ڈیم سے فراہم کیا جاتا ہے۔ خانپور ڈیم اور اس کے نہری نظام کی تعمیر سے کے پی کے اور پنجاب میں زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ نہری نظام کی بدولت جو فصلیں کاشت کی جاتی ہیں ان میں گندم، مکئی، پیاز، ٹماٹر، بھنڈی، کریلا اور دیگر سبزیاں شامل ہیں۔ ڈیم کی تعمیر سے زراعت میں کافی بہتری آئی لیکن یہاں بھی زیادہ فائدہ بڑے کسانوں کو ہی ہوا۔ جن کے پاس وسائل تھے انھوں نے باغات لگائے، جدید زراعت کی جس کے نتیجے میں وہ امیر سے امیر تر ہوگئے جبکہ چھوٹے کسان کو زراعت قرضہ لے کر کرنی پڑتی ہے جس سے ان کی صرف گزر بسر ہوتی ہے۔ بڑے زمینداروں نے اپنی زمین کا درجہ تبدیل کرواکر باغات کی زمین کا درجہ حاصل کرلیا جس کی قیمت فی کنال 12 لاکھ روپے بنتی ہے۔ دوسری طرف چھوٹے کسانوں کی زمین کی قیمت 90 ہزار روپے فی کنال تک ہے حالانکہ دونوں زمینیں ایک جیسی ہی ہیں۔ راولپنڈی اور پنج کٹھ میں راجگان اور ایوب خان کے خاندان کی زمینیں ہیں جہاں زیادہ تر سرخ مالٹے کے باغات ہیں جو پاکستان بھر میں مشہور ہے۔ ان زمینوں کو ہنگامی طور پر بھی پانی فراہم کیا جاتا ہے جبکہ ہری پور، حطار کے بڑے زمینداروں کو بھی پانی فراہم کیا جاتا ہے لیکن چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو بہت کم پانی ملتا ہے جس سے ان کی فصلیں اور سبزیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ ہائبرڈ سبزیوں کی کاشت بھی ہے جنھیں زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ڈیم میں پانی کی کمی ہے۔

اس علاقے پر موسمی تبدیلی کے بے پناہ اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پہلے سردیوں میں ہونے والی بارشوں سے ڈیم بھر جاتا تھا اور بالائی علاقوں میں برف پڑتی تھی جس سے پانی کی کمی پوری ہو جاتی تھی لیکن اب بارشوں اور برفباری میں کمی ہوگئی ہے۔ ڈیم میں پانی کی کمی کے اثرات اس علاقے میں زیر زمین پانی کی سطح پر بھی پڑے ہیں۔ حطار انڈسٹریل زون میں ٹیوب ویل مسلسل چلتے ہیں اور آبادیوں میں بھی 12 گھنٹے ٹیوب ویل چلتے ہیں جس سے زیر زمین پانی کی سطح میں کمی ہوئی ہے۔ یہ سطح جو پہلے 150 فٹ تک تھی اب 200 سے 250 فٹ ہوگئی ہے۔ زیر زمین پانی کی کمی کے یہ اثرات خانپور ڈیم سے تقریباً آٹھ کلو میٹر کے علاقے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ بظاہر نظر آتا ہے کہ مستقبل میں پانی پر سیاست ہوگی، لڑائیاں اور جنگیں ہوں گی کیونکہ پانی ہر جاندار کے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے اور ان کا بنیادی حق ہے۔

کچے کے علاقے کے مسائل

تحریر: محمد صادق

صدیوں سے انسان خوراک کے حصول کے لیے جنگلات اور دریاؤں کے قریب ڈیرہ ڈال کر زندگی گزارتے آئے ہیں۔ ساتھ ہی بیجوں کا تجزیہ کرنا، اس کی کاشت اور اسے محفوظ کرنا ان کا مشغلہ تھا۔ اس کے علاوہ مویشی پالنا بھی ان کے معمولات تھے۔ جوں جوں ترقی ہوتی گئی لوگ کچے کے علاقے سے نکل کر شہروں اور چھوٹے چھوٹے قصبوں میں منتقل ہونا شروع ہو گئے۔ آج بھی اگر دیکھا جائے تو پاکستان کی 60 سے 70 فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے اور زراعت سے منسلک ہے۔ ان میں سے کچھ آبادیاں آج بھی کچے کے علاقے میں آباد ہیں جو بہت مشکل حالات میں اپنی زندگی بسر کررہی ہیں۔ کچے کے علاقے میں رہنے والی آبادیوں کو کئی طرح کے مسائل درپیش ہیں جیسے کہ پکے راستے کا نہ ہونا۔ حکومت پکے کے علاقے میں تو ترقیاتی کام کرتی ہے لیکن کچے کے علاقے میں کوئی ترقیاتی کام نہیں کیے جاتے۔ ناہی کچے کے علاقے کا سرکاری سطح پر سروے کیا جاتا ہے۔ اس علاقے میں تعلیم کے حصول کے لیے اسکول بھی نہیں ہیں۔ کچے کے علاقے میں مزدوری نہیں ملتی اور اگر مقامی افراد شہر مزدوری کرنے جائیں تو انہیں ملنے والی اجرت آمد و رفت میں ہی ختم ہو جاتی ہے۔ گرمی ہو یا سردی جو سبزیاں اور پھل اس علاقے میں کاشت کیے جاتے ہیں وہ سڑکیں نہ ہونے کی وجہ سے منڈی میں فروخت نہیں ہو پاتے اور کوئی بیوپاری کچے کے علاقے میں پیداوار خریدنے نہیں آتا۔ کچے کے کسان یہ پھل اور سبزیاں نہ اُگائیں تو انہیں پکے کے علاقے سے پھل اور سبزیاں خریدنی پڑیں گی جس کی وہ سکت نہیں رکھتے۔ کچے کے علاقے میں صحت کی سہولیات بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو علاقے میں ڈاکٹر اور ہسپتال کی کوئی سہولت نہیں ہے اور مریضوں کو پکے کے علاقے، شہر لے جانا پڑتا ہے۔ اس وقت تک مریض کی حالت مزید بگڑ جاتی ہے اور بہت وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ کچے کے علاقے میں نہری پانی کا کوئی نظام نہیں ہے اور ٹیوب ویل استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں کھالے بھی کچے بنے ہوئے ہیں جن سے بہت پانی ضائع ہوتا ہے۔ کچے کے علاقے میں سیلاب سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ بے موسم سیلاب آتے ہیں تو فصل، جانوروں اور گھروں کو بہت نقصان ہوتا ہے۔ کھڑی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ یہاں رہنے کے لیے گھر بھی پکے نہیں ہیں اور علاقے میں بجلی بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے گرمیوں میں یہاں رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ کاشتکاری اور رہنے کے لیے لوگوں کے پاس زمین اپنی نہیں ہے۔ اگر کسان کے پاس اپنی زمین ہو تو ہی کاشتکاری میں فائدہ ہوتا ہے ورنہ اسے نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ سیلاب کے دنوں میں کہیں رہنے کے لیے جگہ نہیں ہوتی اور مجبوراً بند پر پناہ لینی پڑتی ہے۔ اس دوران جو سامان پیچھے گھروں میں رہ جاتا ہے وہ چوری ہو جاتا ہے۔ سیلاب کے دنوں میں مویشیوں کی خوراک کا بھی بہت مسئلہ ہوتا ہے۔ ان دنوں میں گندم کا بھوسہ بھی خراب ہو جاتا ہے۔ گھر تباہ ہو جاتے ہیں جنہیں دوبارہ بنانے میں بہت پریشانی ہوتی ہے۔ کچے کے علاقے میں فصل کی تیاری کے بعد مزدوروں کی جگہ مشینری کو اہمیت دی جارہی ہے۔ جو کسان مزدور بیجائی اور کٹائی سے اپنی روزی روٹی کماتے تھے وہ بے روزگار ہورہے ہیں۔ پکے علاقے کے کسانوں کو دکاندار ڈیزل، بیج وغیرہ ادھار پر بھی دے دیتے ہیں لیکن کچے کے کسانوں پر بھروسہ نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں ڈاکو یا چور سمجھا جاتا ہے۔ علاقے کے سیاست دان ووٹ لینے تو آتے ہیں پھر اس کے بعد پانچ سال عوام کو نظر بھی نہیں آتے۔ کچے کے علاقے کے یہ بڑے بڑے جاگیردار سردار علاقے میں ہزاروں ایکڑ زمین پر قابض ہیں جب کہ لاکھوں کسان بے زمین اور بے گھر ہیں۔

پندرہ سالوں پر مشتمل جھوٹ اور دھوکہ دہی کا جواب: یقیناً اور نہیں!

پریس ریلیز، 9 جنوری، 2018

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے یکم جنوری، 2018 کو ٹوئٹر پر ایک پیغام جاری کیا جس میں انہوں نے کہ کہا کہ ”امریکہ نے گزشتہ پندرہ سالوں میں پاکستان کو احمقانہ طور پر 33 بلین ڈالر سے زیادہ امداد دی۔ اب اور نہیں!“

پاکستان کسان مزدور تحریک (PKMT) اور روٹس فار ایکوٹی پرزور اپیل کرتی ہے کہ جناب امریکی صدر اور امریکی عوام اپنے اس وعدے ”اور نہیں“ پر قائم رہیں۔ آئیں دیکھتے ہیں کہ آپ کی اس ”احمقانہ امداد“ اور نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نتیجے میں پاکستانی عوام نے کیا قیمت چکائی: کم از کم 1,000 ڈرون اور نیٹو حملوں کے علاوہ خودکش دھماکوں میں 40,000 سے زیادہ افراد ہلاک اور 20,000 سے زیادہ زخمی ہوئے۔ ہمارے روزگار، بنیادی ڈھانچہ، زراعت بشمول مال مویشی، صنعتی پیداوار اور دیگر روزمرہ کی معاشی سرگرمیاں اس تباہی میں شامل نہیں۔ ہمارے اس کھوئے ہوئے وقار اور پائیدار امن کے آگے یہ معاشی نقصانات کچھ نہیں! ہمارے وقار کے منافی حفاظتی اقدامات کے لیے ہمارے آئین کو تبدیل کیا گیا، نہ صرف بیرون ملک بلکہ اندرون ملک یہاں تک کہ خود اپنے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے

لیے ہر ایک پاکستانی مبینہ طور پر دہشت گرد قرار دیا گیا۔

ہمارے بچے، ہمارے نوجوان دہشت کے سائے میں پروان چڑھ رہے ہیں۔ انہیں پرامن اور باوقار طریقے سے اپنی زندگی جینے کی اجازت نہیں دی جارہی۔ ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' نے لاکھوں افراد کو بے گھر ہونے پر مجبور کردیا۔ ہماری عوامی تنظیموں کو حراساں کیا گیا اور انہیں ہر سطح پر کچلا گیا۔ یہ بدترین صورتحال صرف اور صرف آپ کی اس ''احمقانہ امداد'' کی وجہ سے ہوئی۔

امریکی معاشی اور فوجی امداد کی تاریخ کو قیام پاکستان کے ابتدائی سالوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ امریکی امدادی ادارہ یو ایس ایڈ خود اپنی رپورٹ میں تسلیم کرتا ہے کہ اس نے کئی ملین ڈالر مالیت کی کھاد بطور ترقیاتی قرضہ فراہم کی نہ کہ امداد۔ امریکی فورڈ اور راک فیلر فاؤنڈیشن کی مدد سے پاکستان میں متعارف کروائی گئی سبز انقلاب ٹیکنالوجی نے ہماری روایتی زراعت کا صفایا کردیا، امریکی زرعی کمپنیوں کے لیے ایک بڑی منڈی مہیا کی جس کے نتیجے میں آج لاکھوں کسان پاکستانی حکومت کی طرح ناصرف قرض کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں بلکہ بھوک، غربت غذائی کمی کا شکار ہیں اور اب آج کا نعرہ ہے ''فوڈ فورٹیفیکشن''۔ لاکھوں بچے اور بڑے سبز انقلاب کے نام پر متعارف کروائی گئی کیمیائی کھاد اور اضافی پیداواری بیج کی بدولت غذائیت کی کمی کا شکار ہیں۔ یوں پہلے تو یو ایس ایڈ زہریلے زرعی مداخل کے ذریعے بیماری اور اموات کی وجہ بنتا ہے اور اب مصنوعی غذائی اجزاء پر مبنی خوراک (تھراپیٹک فوڈ) فراہم کررہا ہے۔

یوایس ایڈ اقوام متحدہ کے اداروں عالمی غذائی پروگرام (WFP) اور یونیسیف (UNICEF) کے ذریعے فوڈ فورٹیفیکشن کے لیے کئی ملین ڈالر فراہم کررہا ہے۔ یو ایس کانگریس کو دیے گئے شواہد کے مطابق امریکہ کی عالمی غذائی امداد امریکی کھیتوں سے غیر ملکی بندرگاہوں تک امریکہ کو مندرجہ ذیل فوائد فراہم کرتی ہے۔

1,972,000,000 (تقریباً دو ارب) ڈالر امریکی صنعتوں میں پیداوار کی صورت میں۔

518,000,000 (تقریباً پچاس کروڑ) ڈالر امریکی گھرانوں کی آمدنی کی صورت میں اور 13,043 نئی ملازمتیں۔

ایک طرف غذائی امداد فراہم کرکے امریکی معیشت کو استحکام دیا جاتا ہے اور اب فورٹیفائیڈ فوڈ امریکی کمپنیوں کے لیے منافع کمانے کا نیا حربہ ہے۔ فوڈ فورٹیفیکیشن کے ذریعے اربوں ڈالر کی نئی منڈی تیار کی جارہی ہے۔ کیلوگ اور جنرل مل جیسی دیگر امریکی کمپنیوں، یو ایس ایڈ اور امریکہ محکمہ خوراک و زراعت کی ''احمقانہ مدد'' سے پاکستانی ضابطوں اور قوانین میں اصلاحات کیں تاکہ فورٹیفائڈ خوراک کو پاکستان کے غذائی کمی اور بھوک کے شکار عوام کو فروخت کیا جاسکے۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ 2015 میں بیج کے قانون کے ساتھ کیا جاچکا ہے۔ کیری لوگر بل جس کے تحت پاکستانی عوام کے لیے معاشی اور ہنگامی حالات میں دی جانے والی امداد کے نام پر چھ بلین ڈالر منظور کیے گئے تھے۔ درحقیقت یہ امداد مختلف شعبہ جات میں ملکی قوانین میں بڑے پیمانے پر اصلاحات و تبدیلی کے لیے استعمال کی گئی۔ خصوصاً توانائی اور زرعی شعبے میں جسے آزاد تجارتی پالیسیوں کے مطابق ڈھالا جارہا ہے۔ مزید یہ کہ یو ایس ایڈ زرعی تحقیق کے ذریعے امریکی کمپنیوں کے لیے منڈی فراہم کررہی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ امریکہ سامراجی ریاست ہے اور ہم اپنی امید امریکی عوام سے وابستہ کرتے ہیں، ہم امریکی عوام سے کہتے ہیں کہ وہ پاکستانی عوام کے ساتھ کھڑے ہوں اور اپنے نام پر ہمیں اب مزید امداد نہ دیں۔ جناب ڈونلڈ ٹرمپ برائے کرم اب پاکستان (اور بزریعہ پاکستان افغانستان) کے لیے کوئی فوجی، معاشی، انسانی اور غذائی امداد نہ دیں۔ بحثیت ایک ''سچے''

امریکی اور ''ایک عظیم قوم'' کے رہنما، ہمیں امید ہے کہ آپ کم از کم اپنے اس وعدے کی پاسداری کرینگے۔ تاکہ پاکستانی ایک باوقار اور خودمختار قوم کا مقام حاصل کرسکے۔

جاری کردہ: پاکستان کسان مزدور تحریک / روٹس فار ایکوٹی

بے زمین کسانوں کا عالمی دن زمین نہیں

پریس ریلیز

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) اور روٹس فار ایکوٹی نے ایشین پیزنٹ کولیشن (APC) اور دیگر ایشیائی تنظیموں کے ساتھ مل کر 29 مارچ، 2018 کو بے زمین کسانوں کا عالمی دن ''زمین کی جنگ، نوجوانوں کے سنگ'' کے عنوان سے منایا۔ دنیا بھر میں یہ دن کسانوں کی زمین و دیگر پیداواری وسائل کے لیے کی جانے والی جدوجہد کو منظر عام پر لانے کے لیے منایا جاتا ہے۔ جنہیں ان کی زمینوں سے جبراً بیدخل کیا جارہا ہے جہاں وہ اور ان کے آباؤ اجداد گزشتہ کئی دہائیوں سے آباد ہیں۔ اس حوالے سے پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، منگولیا، کمبوڈیا، ملائیشیا، فلپائن، تھائی لینڈ اور انڈونیشیا سمیت کئی ایشیائی ممالک میں مختلف سرگرمیوں کا انعقاد کیا گیا۔

پاکستان کسان مزدور تحریک نے ملک بھر میں جاری زمینی قبضے اور کسانوں میں بے زمینی کے خلاف حیدرآباد پریس کلب پر احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں صوبے کے مختلف اضلاع سے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں نے شرکت کی۔ پی کے ایم ٹی، سندھ کے رابطہ کار علی نواز جلبانی کا اس موقع پر کہنا تھا کہ ملک بھر میں کسانوں کی اکثریت زمین سے محروم ہے جو دن رات سخت محنت کرکے عوام کے لیے ناصرف خوراک کی دستیابی ممکن بناتے ہیں بلکہ زرعی پیداوار کی برآمدات کے ذریعے قیمتی زرمبادلہ کا حصول بھی ممکن بناتے ہیں۔ ملک میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور آبادیوں میں بھوک غربت اور غذائی کمی کی صورتحال خود حکومت اور دیگر عالمی اداروں کے اندازوں کے مطابق تشویشناک ہے جس کی بنیادی وجہ بے زمینی ہے۔ پاکستان کی 45 فیصد زرعی زمین پر جاگیردار اور طبقہ اشرافیہ قابض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک غذائی اجناس کی پیداوار کے حوالے سے دنیا کے بڑے ممالک میں شامل ہوکر بھی شیرخوار بچوں کی اموات کے حوالے سے بھی دنیا میں سرفہرست ہے۔

پی کے ایم ٹی ٹنڈو محمد خان کے رکن اللہ ڈنو نے کہا کہ ہم بے زمین کسانوں کو دیہات سے بیدخل ہونے اور اپنا روزگار چھوڑ کر شہروں میں بطور اجرتی مزدور غیر انسانی ماحول میں کام کرنے پر مجبور کردیا گیا ہے جہاں خوراک نہ ہونے کی وجہ سے بھوک روزمرہ زندگی کا حصہ ہے۔ ملک میں معاہدے پر مبنی زراعت میں اضافہ ہورہا ہے جس میں کسان پیداواری زنجیر (اسمبلی لائن) کا ایک حصہ بن کررہ گیا ہے جو زرعی کیمیائی کمپنیوں کی ایما پر خوراک کے بجائے گنا، مویشیوں کا چارہ اور نباتاتی ایندھن کی حامل منافع بخش فصلوں کی پیداوار

کرتی ہے۔

پی کے ایم ٹی ٹنڈو محمد خان کی رکن سونی بھیل نے بے زمین دیہی مزدور عورتوں کے مسائل اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ پدرشاہی ایک ظالمانہ نظام ہے جس میں عورتوں کو انتہائی محدود حقوق حاصل ہیں خصوصاً زراعت سے وابستہ مزدور کسان عورتیں بدترین غربت کا شکار ہیں۔ سبزیاں، اجناس اور مال مویشی شعبے میں ہونے والی پیداوار وملکی غذائی تحفظ ان دیہی عورتوں کی سخت محنت کے بغیر ناممکن ہے۔ بے زمینی کی شکار ان عورتوں کی بڑی تعداد کو کسان تک تسلیم نہیں کیا جاتا جو سرمایہ داری نظام اور جاگیرداروں کے ہاتھوں استحصال کا شکار ہیں۔ ملک میں بڑھتی ہوئی غیر پائیدار کیمیائی زراعت نہ صرف حیاتیاتی تنوع کی تباہی کی ذمہ دار ہے بلکہ غذائی پیداواری عمل کو بھی زہر آلود کررہی ہے جو عورتوں اور لڑکیوں کی صحت پر انتہائی منفی اثرات مرتب کررہی ہے کیونکہ کپاس، مکئی جیسی نقد آور فصلوں اور سبزیوں کی چنائی مزدور عورتیں کرتی ہیں۔ دیہی مزدور عورتیں کئی طرح کے استحصال کا شکار ہیں جس میں صنفی امتیاز بھی شامل ہے۔

پی کے ایم ٹی ضلع گھوٹکی و بدین کے رکن محمد شریف اور محمد رمضان نے اس موقع پر کہا کہ ملک بھر میں کسان پہلے ہی زمین کی غیر منصفانہ تقسیم، کارپوریٹ زراعت اور عالمی سرمایہ دار ممالک کی ایما پر مسلط کردہ حکومتی نیولبرل پالیسوں کے نتیجے میں استحصال ومحرومی کا شکار ہیں، اب ترقی اور جدت کے نام پر موٹر وے، خصوصی اقتصادی زون، توانائی اور دیگر منصوبوں کی تعمیر کے لیے زمینوں سے بیدخل کیے جارہے ہیں۔ خیبر پختونخوا کے علاقے ہری پور حطار میں مزید 1,000 ایکڑ زمین پر خصوصی اقتصادی زون کا قیام، ناردرن بائی پاس، پشاور منصوبہ، پنجاب میں غیرملکی بیج کمپنیوں کو زیادہ پیداوار دینے والے بیج تیار کرنے کے لیے 6,500 ایکڑ زمین دینے کا منصوبہ اور رکھ عظمت والا، ضلع راجن پور میں کئی دہائیوں سے آباد کسان آبادیوں کو بیدخل کرکے نجی کمپنیوں کے ساتھ تجارتی جنگلات جیسے منصوبوں کو فروغ دینے اور خیرپور، سندھ میں 140 ایکڑ زمین پر خصوصی اقتصادی زون کے قیام جیسے منصوبے چھوٹے اور بے زمین کسانوں پر ظلم و استحصال اور زمینی قبضے کی چند واضح مثالیں ہیں۔

پی کے ایم ٹی، ٹنڈو محمد خان کے رابطہ کار سلیم کمار کا کہنا تھا بجائے اس کہ زمین کسانوں میں تقسیم کی جائے سرمایہ دار دوست حکومت ملک میں غیر ملکی سرمایہ داروں کو راغب کرنے کے لیے بڑے بڑے زمینی رقبے مختص کررہی ہے جو ملک میں کسی طور خوراک کی خودمختاری اور عوام کی خوشحالی اور ترقی کی ضامن نہیں ہے۔ پی کے ایم ٹی ملک بھر میں جاری زمینی قبضے، کارپوریٹ زراعت اور نیولبرل حکومتی پالیسیوں کو مسترد کرتی ہے اور جاگیردارانہ نظام کے خاتمے اور کسان مزدور مرد وعورتوں میں زمین کی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم کا مطالبہ کرتی ہے جو ملک سے بھوک، غربت اور غذائی کمی کے خاتمے کے لیے لازم ہے۔

جاری کردہ: پاکستان کسان مزدور تحریک

یکم مئی مزدوروں کا عالمی دن

پریس ریلیز

مزدوروں کے عالمی دن یکم مئی، 2018 کے موقع پر پاکستان کسان مزدور تحریک (PKMT) اور لیبر ویلفیئر سوسائٹی نے حطار، ہری پور، کے پی کے میں ایک جلسہ کا انعقاد کیا۔ جس میں بڑی تعداد میں مزدوروں نے شرکت کی۔ یہ دن 1886 شکاگو کے مزدوروں کی جدوجہد کے تناظر میں منایا جاتا ہے کہ جب مزدوروں نے اپنے حقوق خصوصاً آٹھ گھنٹے کام کے اوقات مقرر کرنے کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔

پی کے ایم ٹی کے عہدیداروں کا کہنا تھا کہ حکومت عالمی سرمایہ دار اداروں کی ایماء پر ملک کے قیمتی اثاثے کوڑیوں کے مول ملکی اور غیر ملکی سرمایہ داروں کو فروخت کررہی ہے جو مزدوروں میں بیروزگاری اور غربت و بھوک کی بنیادی وجہ ہے۔ حطار میں قائم مستحکم سیمنٹ فیکٹری/ ایک/ ایسی/ ہی مثال ہے جسے غیرملکی کمپنی کو فروخت کردیا گیا جس سے نا صرف فیکٹری کے مزدوروں کو ملنے والی مراعات ختم یا محدود کردی گئیں بلکہ نجی کمپنی کی جانب سے زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کے لیے پیداوار میں غیر پائیدار اضافے سے علاقے کا ماحولیاتی نظام بھی تباہ ہوکر رہ گیا ہے۔

لیبر ویلفیئر سوسائٹی کے عہدیداروں کا اس موقع پر کہنا تھا کہ اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد مزدوروں کی بہبود کا محکمہ صوبائی حکومتوں کو منتقل ہوگیا لیکن اب تک صوبائی حکومتوں کی جانب سے مزدور قوانین اور اس پر عملدرآمد کے حوالے سے کوئی جامع پالیسی ترتیب نہیں دی جاسکی ہے۔ خیبر پختونخوا میں ورکرز ویلفیئر بورڈ کے زیر انتظام مزدوروں کے بچوں کے لیے چلنے والے اسکولوں میں معیارتعلیم انتہائی ناقص ہے جہاں بچوں کی کامیابی کا تناسب انتہائی معمولی ہے۔ بورڈ فی بچہ 17,000 روپے خرچ کرتا ہے اس کے باوجود مزدوروں کے بچے معیاری تعلیم سے محروم ہیں۔ ورکرز ویلفیئر بورڈ لیبر کالونیوں میں مزدوروں کو رہائشی کوارٹر کے مالکانہ حقوق نہیں دیتا جبکہ ملک میں بقیہ تین صوبوں میں مزدوروں کو رہائشی کوارٹر کے مالکانہ حقوق دیے جاتے ہیں۔

مقررین کا کہنا تھا کہ سی پیک کے تحت ملک میں بڑے پیمانے پر

خصوصی اقتصادی زون کی تعمیر اور مختلف صنعتوں اور شاہراؤں کی تعمیر جاری ہے لیکن اب تک اس حوالے سے مزدوروں سے متعلق کوئی پالیسی واضح نہیں کی گئی کہ چینی سرمایہ کار کمپنیاں مقامی مزدوروں کو روزگار فراہم کرنے کی پابند ہونگی، ان مزدوروں کے کام کے اوقات کار، اجرت اور دیگر سہولیات کی فراہمی کو یقینی کیسے بنایا جائے گا۔ اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کمپنیوں کی جانب سے مزدوروں سے انتہائی کم اجرت پر آٹھ گھنٹے کے بجائے 12 گھنٹے کام لیا جاتا ہے۔ ملک بھر میں صنعت ہو یا زراعت یا ماہی گیری شعبہ تقریباً ہر شعبے میں مزدور نجکاری، ٹھیکیداری نظام، کم اجرت اور دیگر بنیادی سہولیات کے فقدان کی وجہ سے غربت و بدحالی کا شکار ہیں۔

سرمایہ داروں کی ہر حکومت صنعتکاروں اور سرمایہ داروں کے کالا دھن سفید کرنے، ٹیکس میں چھوٹ دینے، سرمایہ کاروں کو مفت زمین فراہم کرنے، انہیں زرتلافی اور دیگر مراعات دینے کے لیے قانون سازی کرتی ہے اور ان قوانین پر عملدرآمد بھی ہوتا ہے لیکن بات جب مزدوروں اور دیگر پسے ہوئے طبقات کی ہو تو ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے مزید قانون سازی تو دور پہلے سے موجود قوانین پر بھی عملدرآمد نہیں کیا جاتا۔ ملک بھر کے محنت کشوں کو اس استحصال سے نجات اور اپنے حقوق کے لیے متحد ہو کر جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ظالم سرمایہ دار طبقہ کبھی بھی مزدوروں کے حقوق نہیں دیگا۔

پی کے ایم ٹی اور لیبر ویلفیئر سوسائٹی مطالبہ کرتی ہے کہ نجکاری، ٹھیکیداری نظام کا خاتمہ کیا جائے، عارضی مزدوروں کو مستقل کیا جائے، مزدوروں کی کم سے کم اجرت ایک تولہ سونے کے برابر مقرر کی جائے، مزدور عورتوں کو مردوں کے برابر اجرت دی جائے، مزدور آبادیوں میں معیاری تعلیم، آلودگی سے پاک ماحول اور باعزت روزگار فراہم کیا جائے۔ مزدوروں کے لیے پیشہ ورانہ صحت وتحفظ کا کام کی جگہ پر معقول بندوبست کیا جائے۔ تمام مزدوروں کی سوشل سیکورٹی اور ای او بی آئی کے ساتھ رجسٹریشن کو یقینی بنایا جائے۔ مزدوروں کو لیبر کالونیوں میں رہائشی کوارٹرز کے مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔مزدوروں کی بچیوں کے لیے جہیز گرانٹ سالوں سے بند، ہے اسے فوری بحال کیا جائے۔

جاری کردہ : پاکستان کسان مزدور تحریک اور لیبر ویلفیئر سوسائٹی؛

سامراجی تجارتی نظام کے خلاف، کسان مزدور اتحاد

پریس ریلیز

پاکستان کسان مزدور تحریک (PKMT) کا چھٹا سالانہ صوبائی اجلاس ماتلی، ضلع بدین میں منعقد کیا گیا جس میں صوبے بھر سے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ صوبائی اجلاس کے اختتام کے بعد PKMT (پی کے ایم ٹی) اور روٹس فار ایکوٹی کی جانب سے 6 مئی، 2018 ماتلی پریس کلب کے سامنے ملک میں سامراجی پالیسیوں کے نتیجے میں جاری

کارپوریٹ زراعت اور زمینی قبضے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ بھی کیا گیا۔

پی کے ایم ٹی کے رہنماؤں کا اس موقع پر کہنا تھا کہ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (ڈبلیو ٹی او/WTO) جیسے عالمی سامراجی اداروں اور ممالک کی ایماء پر ملک میں مسلط کردہ زرعی وتجارتی پالیسیوں کے نتیجے میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور بھوک، غربت، غذائی کمی اور بیروزگاری کا شکار ہورہے ہیں۔ یہی کچھ روش چینی سامراجی تجارتی منصوبوں کے تحت نظر آرہی ہے۔ ملک میں جاری زمینی قبضے اور کارپوریٹ زراعت کی وجہ سے کسانوں کی بڑی تعداد زراعت چھوڑنے پر مجبور ہوگئی ہے جس کی وجہ سے دیہی آبادیوں کو روزگار کے سنگین مسائل درپیش ہیں۔ ڈبلیو ٹی او کے ٹرپس (TRIPS) اور عالمی زرعی معاہدہ (AoA) جیسے معاہدوں پر عمل درآمد کرتے ہوئے بیج کا ترمیمی قانون اور پلانٹ بریڈرز رائٹس جیسے قوانین کے نفاذ کے ذریعے کسانوں کو ان کے روایتی بیج سے محروم کرکے بین الاقوامی زرعی کمپنیوں کو ان کے استحصال کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ غیر ملکی کمپنیوں بشمول چینی کمپنیوں کی غذائی اور دیگر اجناس کی درآمد کو بھی فروغ دیا جارہا ہے۔

ملک میں غربت کے خاتمے، پیداوار میں اضافے اور ترقی کے نام پر غیر پائیدار صنعتی سرمایہ دارانہ زراعت کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔ غیر پائیدار طریقہ زراعت کے تحت زیادہ پیداوار حاصل ہونے کے باوجود کسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے جبکہ سارا منافع بیج اور دیگر مداخل بنانے والی دیوہیکل زرعی کمپنیوں کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ ان ہی پالیسیوں کے نتیجے میں کسان مقامی منڈی میں اپنی پیداوار فروخت کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ غیر پائیدار کیمیائی طریقہ زراعت نہ صرف ماحولیاتی اور غذائی نظام کو زہر آلود کررہا ہے بلکہ عوام میں بڑے پیمانے پر مختلف بیماریوں میں اضافے کا سبب بھی بن رہا ہے۔ ان سامراجی حکمت عملیوں کے نتیجے میں پائیدار ترقی کا حصول ناممکن ہے۔

مقررین کا یہ بھی کہنا تھا کہ پاکستان بھر میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور جو پہلے ہی جاگیرداری نظام کے ہاتھوں بدترین استحصال کا شکار ہیں اب ملک بھر میں چینی آزاد تجارتی پالیسیوں کے تحت مزید کارپوریٹ فارمنگ، خصوصی اقتصادی زون، شاہراؤں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی منصوبوں کی آڑ میں زمینی قبضوں کی وجہ سے اپنی زمینوں سے بیدخل کیے جارہے ہیں۔ صوبہ سندھ کے علاقے صالح پٹ، سکھر، میرپور خاص، صوبہ خیبر پختونخوا کے علاقے حطار، ہری پور، صوبہ پنجاب کے علاقے رکھ عظمت والا، جام پور، راجن پور میں کئی دہائیوں سے آباد کسان آبادیوں کی زمین سے بیدخلی اس زمینی قبضے کی چند واضح مثالیں ہیں۔ یقیناً ملک سے بھوک، غربت، غذائی کمی اور بے روزگاری کا خاتمہ زمین کی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ دنیا بھر میں خصوصاً پاکستان میں استحصال کی شکار آبادیوں کا پیداواری وسائل پر اختیار، خوراک کی خودمختاری، آسودہ روزگار، آلودگی سے پاک صاف ماحول اور پائیدار ترقی کا حصول صرف اور صرف جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کے خاتمے سے ہی ممکن ہے۔

پی کے ایم ٹی مطالبہ کرتی ہے کہ چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور مرد وعورتوں میں زمین منصفانہ اور مساویانہ طور پر تقسیم کرتے ہوئے جاگیرداری نظام کا خاتمہ کیا جائے۔ پی کے ایم ٹی یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ عالمی سامراجی پالیسیوں اور اداروں جن میں آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، ڈبلیو ٹی او اور دیگر استحصالی ادارے شامل ہیں کی مسلط کردہ نیولبرل پالیسیوں کا خاتمہ کرکے زرعی

شعبے پر بین الاقوامی زرعی کمپنیوں کے غلبے سے نجات حاصل کی جائے تاکہ دیہی آبادیاں پرامن خوشحال زندگی گزار سکیں۔ یقیناً خوشحال کسان و مزدور ہی خوشحال پاکستان کی ضمانت ہیں۔

جاری کردہ : پاکستان کسان مزدور تحریک

زرعی ادویات: ہم زہر کھا رہے ہیں!

ترجمہ: نور احمد

جب سے اس کائنات میں زندہ اجسام کا وجود عمل میں آیا ہے تب سے ہی اس نے اپنی بقاء کے لیے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوکر اپنی زندگی کا چکر مکمل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جب سے فصلیں انسانی خوراک کا ذریعہ بنی ہیں تب سے ان کی اہمیت بڑھ گئی ہے اور فطری اصولوں کے مطابق ان پر کیڑوں، مکوڑوں اور جراثیموں کے حملے بھی شروع ہوگئے جس کا نتیجہ مختلف بیماریوں کی شکل میں سامنے آیا۔ جوں جوں انسانی آبادی نے بڑھنا شروع کیا خوراک اور دیگر اشیاء کی طلب بھی بڑھنے لگی۔

دنیا میں تقریباً 3,000 سال پہلے فصلوں کو لگنے والی بیماریوں اور کیڑوں مکوڑوں کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کو کم کرنے کے لیے پہلی مرتبہ چین کے لوگوں نے سلفر یعنی گندھک کو فصلوں پر استعمال کیا۔ اس کے بعد دنیا بھر میں مختلف کیمیائی مرکبات بنائے گئے جسے ساری دنیا کے کسانوں نے استعمال کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ 19 ویں صدی میں ہمارے خطے میں بھی یہ جدید کیمیائی زہر متعارف کروایا گیا۔

دنیا میں پہلی مرتبہ 1962 میں رچل کارسن نے اپنی کتاب ''سائلنٹ اسپرنگ'' میں لکھا کہ زراعت میں کیمیائی زہر کے استعمال سے ہمارے ماحول اور انسانی صحت پر منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ اس کے بعد 1982 میں اقوام متحدہ کا ادارہ برائے خوراک و زراعت (FAO) کی طرف سے انڈرین اور ڈی ڈی ٹی جیسے خطرناک کیمیائی زہر پر پابندی عائد کی گئی۔ یہ زہر ظاہری طور پر تو ہم اپنی فصلوں پر چھڑکتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ پانی کے بہاؤ اور ہوا کے ساتھ اڑ کر دوسری زمینوں، شہروں، دیہاتوں اور جھیلوں وغیرہ میں شامل ہو کر وہاں کی زندگی کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں چونکہ زہریلے چھڑکاؤ کا 96 فیصد استعمال مطلوبہ جگہ پر نہیں ہو پاتا اس لیے انسانی صحت پر اس کے انتہائی خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

کیمیائی زہر انسانوں کے ساتھ ساتھ دوسرے بے شمار جانداروں کے جسم میں سانس کے ذریعے، خوراک کے ذریعے اور کھال کے ذریعے داخل ہو کر صحت کو مفلوج کردیتا ہے۔ جب کسان اپنی فصل کو بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے بچانے کے لیے اس قسم کے زہریلے کیمیائی اجزا استعمال کرتے ہیں تو یہ اجزاء پودوں کی جڑوں اور پتوں کے ذریعے اس پودے کی شاخوں اور اس میں لگنے والے میوے اور اناج کا حصہ بن جاتے ہیں۔ جب یہی زہریلے مادے اناج کی صورت انسان استعمال کرتے ہیں تو انہیں پیٹ کے امراض، سرطان، دمہ، بلند فشار خون، جلدی اور ذہنی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ فقط اتنا ہی نہیں بلکہ زہریلی خوراک کے استعمال سے انسانی جسم میں بیماریوں کے خلاف موجود قوت مدافعت کا نظام بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق سالانہ 40 لاکھ افراد کی موت کا سبب یہی زرعی زہر ہیں۔ زرعی زہر کے استعمال کی وجہ سے زمین پر پائے جانے والے فائدہ مند کیڑے مکوڑے، جو نہ صرف فطرت کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ پودوں کی افزائش میں بھی معاون ہوتے ہیں، بھی موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ شہد کی مکھیوں سے صحت بخش شہد حاصل ہوتا ہے مگر زرعی زہر کے ماحولیات پر پڑنے والے اثرات کی وجہ سے آج شہد کی مکھیوں کی 30 فیصد آبادی کم ہوگئی ہے۔ کچھ ایسے خورد بینی جراثیم بھی زمین میں پائے جاتے ہیں جو زمین کی زرخیزی کے ساتھ اس کی مختلف خوبیوں میں اضافہ کرتے ہیں لیکن زرعی زہر کے استعمال سے یہ ماحول دوست جراثیم بھی ختم ہوجاتے ہیں۔

زراعت میں استعمال ہونے والا کیمیائی زہر پانی میں شامل ہونے کی وجہ سے پانی میں موجود مچھلیاں اور مینڈک جیسی آبی حیات بھی بڑی تعداد میں موت کے منہ میں چلی جاتی ہیں۔ ایشیاء کی سب سے بڑی جھیل منچھر میں جہاں ماہی گیر ہر ماہ سیکڑوں من مچھلی کا شکار کرکے خوشحال زندگی گزارنے کے ساتھ ملکی معیشت کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے تھے، آج اسی منچھر جھیل میں زرعی زمینوں کا زہریلا پانی شامل ہونے کی وجہ سے جھیل میں مچھلیوں کی تعداد اب نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ کیمیائی زہر ناصرف بہتے ہوئے پانی بلکہ زیرِ زمین پانی کو بھی آلودہ کرتا ہے۔

ہر جاندار کی فطرت ہے کہ وہ اپنی بقاء کے لیے لڑتا رہتا ہے۔ کیڑے مکوڑے اور جراثیم بھی اپنے تحفظ کے لیے اپنی قوت مدافعت کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ نتیجتاً ان میں کیمیائی زہر سے مقابلہ کرنے والی قوت دن بدن بڑھتی ہے اور ہم انہیں ختم کرنے کے لیے اس زہر کی مقدار اور مرکبات بڑھاتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ اگر آج ہم ایک سال میں کروڑوں روپے کا زہر خرید کر اپنی فصلوں کو بچانے کے لیے استعمال کرتے ہیں تو کل ہم اربوں روپے کا زہر خرید کر اپنی فصلوں میں ڈالیں گے۔

اب جبکہ زرعی کیمیائی زہر کے منفی اثرات دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے عوام اور زرعی ماہرین کو معلوم ہوئے ہیں تو انہوں نے ان کا استعمال بہت کم کردیا ہے یہاں تک کہ کچھ ممالک نے تو ان کے استعمال پر پابندی عائد کردی ہے۔ کچھ ترقی یافتہ ممالک نے تو ان اجناس کی خریداری ہی بند کردی ہے جن میں زرعی زہر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں شہریوں کی اوسطاً عمر 55 سے 60 سال ہے جہاں فصلوں پر بڑی مقدار میں یہ کیمیائی زہر استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ شرح 80 سے 85 سال تک ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ یہاں بھی زرعی ادارے دیگر ممالک کی طرح حیاتیاتی ضوابط (بائیولوجیکل کنٹرول) اور نامیاتی زراعت (آرگینک زراعت) کسانوں میں متعارف کروانے کے ساتھ ساتھ اس حوالے سے آگاہی بھی ان تک پہنچائیں تاکہ کسانوں کا پیسہ ضائع نہ ہو اور انسانی صحت اور فطرت بھی تباہی سے محفوظ ہوجائے۔

(مختیار خاتون سولنگی، کاوش مڈویک میگزین، 31 جنوری، 2018)

جاگیرداری نظام اور کسان مزدوروں کا استحصال

تحریر: اللہ ڈنو

کسان مزدور جتنی سخت محنت اور کام کرتے ہیں اس کے بدلے انہیں اجرت کم دی جاتی ہے جس سے مزدوروں کی زندگی میں بھوک اور افلاس میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ مزدوروں کو ملنے والی اجرت اور روزگار میں کمی کی اصل وجہ مشینیں ہیں۔ زمین کی تیاری سے لے کر فصل کی کٹائی تک پورا کام ٹریکٹر کی مدد سے کیا جاتا ہے۔ آج کل گندم، چاول اور گنے کی کٹائی کا پورا کام بھی مشینوں کے ذریعے کیا جارہا ہے۔ پہلے جہاں 100 کسان مزدور کام کرتے تھے اب اسی جگہ ایک مشین کام کرتی ہے نتیجے میں ان کسان مزدوروں کا روزگار ختم ہوگیا۔

کسان مزدوروں کو اجرت وقت پر نہیں ملتی جس کی اہم وجہ جاگیرداری نظام ہے کیونکہ کسان مزدوروں کی اکثریت جاگیرداروں کی زمین پر ہی کام کرتی ہے۔ کسان مزدور جب کام ختم کر کے اجرت لینے کے لیے جاگیردار کی بیٹھک پر جاتے ہیں تو انہیں جاگیردار کے کارندے اندر داخل بھی نہیں ہونے دیتے اوراکثر ڈرا دھمکا کر واپس کردیتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ چار دن یا ایک ہفتے کے بعد اجرت لینے آجانا، لیکن چار دنوں کے بعد بھی وہی جواب ملتا ہے۔ اگر کسان مزدوروں کے پاس خوراک اپنی ہوتو وہ کبھی بھی ان وڈیروں اور جاگیرداروں کے پاس مزدوری نہ کریں۔ کام کے بدلے اجرت نہ دینا، کم دینا یا تاخیر سے دینا اب معمول بن گیا ہے۔ دن بھر سخت محنت کرنے والے مزدوروں کو یومیہ 300 روپے اجرت ملتی ہے جس سے کسان مزدور کے خاندان کے لیے دو وقت کی روٹی کھانا بھی مشکل بن جاتا ہے۔ جو سبزیاں خود کسان اگاتے ہیں وہی سبزیاں وہ خرید نہیں سکتے جبکہ گوشت اور مچھلی کھانا ان کی زندگی کا خواب بن جاتا ہے۔ کسان مزدور اپنے بچوں کو پڑھانا چاہتے ہیں پر جہاں کھانے لیے دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے میسر ہو وہاں ان کے بچے کس طرح تعلیم حاصل کرسکتے ہیں؟

بڑے جاگیرداروں کا بیج، زرعی زہر اور کھاد بنانے والی بڑی بڑی کمپنیوں سے رابطہ ہوتا ہے۔ منڈی میں انہی جاگیرداروں کی بیج، کھاد اور زرعی زہر کی دکانیں ہوتی ہیں جہاں سے چھوٹے زمیندار قرض پر مداخل حاصل کرتے ہیں اور انہیں فصل کی کٹائی کے بعد رقم ادا کرنے کی سہولت بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہ چھوٹے زمیندار اگر کسان مزدوروں کو اپنی زمین پر کام کی مناسب اجرت دینا بھی چاہیں تو بڑے جاگیردار انہیں روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسان مزدوروں کے حالات بدلیں گے تو یہ ہماری برابری کریں گے، ان کے بچے پڑھیں گے تو زمینوں پر مزدوری کون کرے گا۔

پانی کا بحران

تحریر: نوید احمد

پاکستان کی موجودہ صورتحال کے تناظر میں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ سیاسی جماعتیں اور حکمران کس طرح کی سیاست کررہے ہیں۔ بقول لینن ''لوگ ہمیشہ سیاسی طور پر بیوقوف بنائے جاتے ہیں اور اس وقت تک بیوقوف بنتے رہیں گے جب تک وہ ہر سیاسی اور مذہبی تحریک کے پیچھے موجود طبقاتی مفادات کو نہ سمجھ سکیں''۔

سیاست میں ہر کوئی ملک میں پانی کے مسائل سے بے نیاز ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے میں مصروف ہے۔ بھارت کی جانب سے دریائے چناب اور دریائے نیلم کا پانی روکے جانے کے باعث ملک میں پانی کا بحران ہے جس سے کسان بدحالی کا شکار ہورہے ہیں۔ صوبہ سندھ کے اضلاع ٹنڈو محمد خان، بدین، شکارپور، خیرپور، گھوٹکی، سانگھڑ، دادو، میرپور خاص کے اضلاع پانی کی شدید کمی کا شکار ہیں جہاں کئی علاقوں میں اس سال گرمیوں کی فصلیں اب تک کاشت نہیں کی جاسکی ہیں۔ سندھ کی طرح پنجاب میں بھی رحیم یارخان، راجن پور، ڈیرہ غازی خان، ملتان، ساہیوال، اوکاڑہ، بہاولنگر، لیہ، بھکر، خوشاب، خانیوال، فیصل آباد، جھنگ، جہلم، چکوال میں نہری پانی کی قلت کی وجہ سے

گرمیوں کی فصلیں کاشت نہیں کی جاسکی ہیں۔ پانی کی قلت سے چھوٹے اور بے زمین کسان سب سے زیادہ متاثر ہورہے ہیں کیونکہ بڑے کسانوں کے پاس اپنے ٹیوب ویل ہیں۔لیکن اب زیر زمین پانی کی سطح بھی کم ہوتی جارہی ہے۔ پہلے سندھ میں 250 فٹ پر پانی نکل آتا تھا لیکن اب اکثر 300 سے 400 فٹ پر بھی نہیں نکلتا۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ پانی کی کمی کہاں اور کیسے شروع ہوئی۔ اس کی وجوہات میں موسمی تبدیلی تو کارفرما ہے ہی ساتھ ہی بھارت بھی اس کا ذمہ دار ہے۔ دریائے کشن گنگا پاکستان میں دریائے نیلم کے نام سے جانا جاتا ہے جو وادی نیلم سے ہوتا ہوا مظفر آباد کے قریب دریائے جہلم میں شامل ہوتا ہے۔ اس دریا پر اب بھارت نے 22 کلومیٹر طویل سرنگ بنا کر اس کا رُخ مقبوضہ کشمیر کی طرف موڑ دیا ہے۔ وادی نیلم میں پانچ لاکھ سے زائد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے جو روزگار کے لیے اس دریا پر انحصار کرتی ہے۔ اس کے علاوہ چاول، مکئی اور سبزیاں بھی کاشت کی جاتی تھیں یعنی 41 ہزار ایکڑ رقبہ اسی دریائے نیلم سے سیراب ہوتا تھا۔ کشن گنگا تنازعہ پر بھارت نے عالمی عدالت انصاف سے رجوع کیا لیکن پاکستانی حکومت اس حوالے سے شواہد عالمی عدالت میں پیش نہیں کرسکی۔ اس سارے معاملے میں ہماری حکومت نے مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا جس کا بھارت نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ بھارت نے سندھ طاس معاہدے کی دھجیاں اڑا دیں اور آج ہم پانی سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ نیم خواندہ رہنما، تماش بین عوام اور ڈگڈگی بجاتے ذرائع ابلاغ صرف باتیں ہی کرتے رہے، کسی کو احساس تک نہیں کہ آج پاکستان پانی کے خوفناک بحران سے دو چار ہوچکا ہے۔ پانی کی کمی کی بڑی وجہ ہماری اپنی غفلت اور مفاد پرستی پر مبنی پالیسیاں ہیں۔ ملک میں پانی کی کمی سے بچنے کے لیے اس کے ذخائر میں فوری طور پر اضافہ کرنے اور اس کے زیاں کو روکنے کی ضرورت ہے جس میں مزید تاخیر ملک میں زرخیز زمینوں کو بنجر اور ملکی معیشت کو تباہ کرسکتی ہے۔

پنجاب میں سرکاری گودام کا خاتمہ:

سرمایہ دارانہ زراعت کی طرف پیش قدمی

تحریر: جنید احمد

پاکستانی معیشت کی بنیاد زرعی پیداوار ہے اور اہم ملکی صنعت کا دارومدار بھی زرعی پیداوار پر ہی ہے چاہے وہ کپاس ہو یا گنا۔ ملک میں بڑے پیمانے پر غذائی اور نقدآور فصلوں کی پیداوار عالمی زرعی کمپنیوں اور سرمایہ دار ممالک کے لیے ایک پرکشش منڈی ہے جس پر قبضے کے لیے ملک میں زرعی اصلاحات کا عمل 1960 کی دہائی سے شروع ہو کر تاحال جاری ہے۔ 1990 کی دہائی میں میاں محمد نوازشریف اور شہباز شریف کی قیادت میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے سرمایہ دار ممالک اور ان کی کمپنیوں کے لیے ملک میں اسٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام پر عمل درآمد کرتے ہوئے بین الاقوامی سرمایہ داروں کے لیے بھرپور طریقے سے ملکی منڈیاں کھولنے کا آغاز کیا اور تقریباً اپنے ہر دور حکومت میں نیولبرل پالیسیوں کو ملک میں نافذ کرنے کے لیے قانون سازی کی۔ بیج کی منڈیوں میں نجی شعبے کی شرکت ہو یا بیج کا ترمیمی قانون، پلانٹ بریڈرز رائٹس کا قانون ہو یا کسانوں کو دی جانے والی زرتلافی میں کمی یا خاتمہ غرض ملکی زراعت کو غذائی ضرورت اور تحفظ سے تجارتی جنس بنا کر بین الاقوامی منڈی سے منسلک کرنے کے لیے کوئی کسر نہیں اٹھارکھی گئی۔

پنجاب حکومت نے حال ہی میں زرعی شعبے بشمول مال مویشی شعبے میں پیداواری طریقوں میں جدت لانے اور زرعی منڈی میں اصلاحات کے لیے عالمی بینک کے ساتھ 300 ملین ڈالر کے ایک پانچ سالہ منصوبے ”اسٹرینتھنگ مارکیٹ فار ایگری کلچر اینڈ رورل ٹرانسفورمیشن ان پنجاب“ یعنی پنجاب میں زراعت کے لیے منڈی کے استحکام اور دیہی اصلاحات کے منصوبے پر 2 فروری، 2018 میں دستخط کیے ہیں۔ اس معاہدے کو اسمارٹ (SMART) کے مخفف سے بھی جانا جاتا ہے۔

پنجاب حکومت اور عالمی بینک کا اسمارٹ منصوبہ مجموعی طور پر تقریباً پورے زرعی شعبے کا احاطہ کرتا ہے اور شاید ہی زراعت کا کوئی ذیلی شعبہ ہو جس میں اصلاحات تجویز نہ کی گئی ہوں۔ کسانوں کو زرعی مداخل کی فراہمی سے لیکر پیداواری مراحل اور اس کے بعد حاصل ہونے والی پیداوار کے کاروبار کے حوالے سے یہ منصوبہ پالیسی پیش کرتا ہے۔ ناصرف زرعی پیداوار کے کاروبار بلکہ اس کی قدر میں اضافے (ویلیو ایڈیشن) اور خرید وفروخت کے مختلف مراحل (ویلیو چین) کے حوالے سے بھی اصلاحات اس منصوبے میں شامل کی گئی ہیں۔ اگر اس منصوبے کو ملک کی زرعی معیشت کو مکمل طور پر نیولبرل پالیسیوں کے تابع کرنے کی کوشش قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ زرعی شعبے میں سب سے زیادہ پیداوار دینے والا صوبہ پنجاب ہی ہے۔ اس کا اندازہ ان اعدادوشمار سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ 2016-17 میں ملک میں صرف گندم کے کل زیر کاشت رقبے 9.05 ملین ہیکٹر میں سے 6.75 ملین ہیکٹر (74.6 فیصد) پر پنجاب میں گندم کاشت کی گئی تھی۔

اسمارٹ منصوبے کے بنیادی مقاصد میں گندم کے کاروباری

(مارکیٹنگ) نظام کو جدید بنانا، ہائی ویلیو ایڈڈ زراعت کو فروغ دینا اور اس شعبے میں حکومتی سرمایہ کاری میں اضافہ بھی شامل ہے۔ منصوبے کے تحت پنجاب حکومت گندم کی سرکاری خریداری اور اس کے ذخائر میں مرحلہ وار کمی کرے گی۔ سال 2019 میں گندم کی خریداری کو کم کرکے تین ملین ٹن پر لے آئے گی اور ہر سال اس خریداری میں کمی کرتے ہوئے 2021 میں گندم کی خریداری سے سرکار مکمل طور پر الگ ہوجائے گی اور گندم کے سرکاری ذخائر کو دو ملین ٹن تک محدود کرے گی۔ گندم کے اس ذخیرے کو محفوظ کرنے کے لیے نجی اور سرکاری شراکتداری یعنی پبلک پرائیوٹ پارٹنرشپ میں گودام تعمیر کرے گی جس کی گندم ذخیرہ کرنے کی مجموعی صلاحیت دو ملین ٹن تک ہو۔ پنجاب اسمبلی 2018 میں ایگری کلچر مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی (PAMRA) ایکٹ منظور کرے گی اور 2021 تک یہ یقینی بنائے گی کہ تمام زرعی پیداوار کا کاروبار (مارکیٹنگ) اسی قانون کے تحت کیا جائے۔ پنجاب حکومت نے گندم کی سرکاری خریداری کو مرحلہ وار کم کرنے کا آغاز کرتے ہوئے اس سال صوبے بھر سے گندم کی خریداری کا ہدف چار ملین ٹن مقرر کیا ہے جو گزشتہ سال 4.5 ملین ٹن تھا۔ گندم کی خرید و فروخت کے نظام کو جدید بنانے اور اس کے نفاذ کے لیے حکومت پنجاب نے مئی 2018 میں پنجاب ایگری کلچر مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی (PAMRA) ایکٹ بھی منظور کرلیا۔

پاکستان میں گندم کی کل پیداوار تقریباً 26 ملین ٹن ہوتی ہے جو ملکی ضرورت سے تقریباً ایک ملین ٹن زیادہ ہے اور ہر سال اضافی گندم ملک میں دستیاب ہوتا ہے۔ صوبے کے کسانوں کی اکثریت ربیع کے موسم میں گندم کاشت کرتی ہے جس سے سارا سال کسانوں کی غذائی ضرورت پوری ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ ان کے لیے دیگر ضروریات پوری کرنے کے لیے آمدنی کا ذریعہ بھی ہے۔ پنجاب حکومت کی گندم کی خریداری اور اس کے سرکای ذخیرے سے دستبرداری سے صوبے کے کسانوں پر شدید منفی اثرات مرتب ہونگے اور گندم کی کاشت کے رجحان میں بھی کمی آسکتی ہے۔ گو کہ اس وقت حکومت پنجاب کی جانب سے گندم کی خریداری جاری ہے اس کے باوجود صوبے کے چھوٹے کسانوں کی اکثریت سرکاری نرخ پر گندم کی فروخت کی سہولت سے محروم رہ جاتی ہے کیونکہ گندم کی سرکاری خریداری اس کی منڈی میں موجود مقدار کے مقابلے کہیں کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ چھوٹے کسان جو سیاسی اثر ورسوخ نہیں رکھتے اکثر باردانے سے محروم رہ جاتے ہیں اور اپنی پیداوار کھلی منڈی میں فروخت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جہاں قیمت گندم کی کٹائی کے موسم میں گر کر 1,100 روپے فی من کی سطح پر آجاتی ہے جبکہ گندم کی سرکاری قیمت 1,300 روپے فی من ہے۔ پنجاب حکومت کے گندم کی خریداری کے عمل سے دستبرداری کے نتیجے میں کسان منڈی کے رحم و کرم پر ہونگے جس میں ہرگز یہ ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ کسان کو اس کی پیداوار کی جائز قیمت ملے گی۔ خصوصاً اس وقت کے جب ملکی زرعی منڈی کو بین الاقوامی منڈی سے براہ راست منسلک کردیا جائے گا۔ PAMRA کی منظوری منڈی میں کی جانے والی ان اصلاحات کا تسلسل ہی ہے۔

حکومت کی جانب سے گندم کی خریداری کے عمل سے دستبرداری عوام کو غذائی تحفظ فراہم کرنے کی آئینی ذمہ داری سے انحراف کرنے کے مترادف ہے۔ موسمی تبدیلی، پانی کی کمی، پیداواری لاگت میں اضافہ اور منڈی میں گندم کی قیمت کے حوالے سے غیر یقینی کیفیت کسانوں کو دیگر نقد آور فصلوں کی کاشت کی طرف راغب کرسکتی ہے۔ ایسی صورتحال میں گندم کی پیداوار میں کمی کے نتیجے میں ملک میں گندم کی قیمت بڑھ سکتی ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں تقریباً آدھی آبادی غذائی کمی کی شکار ہو وہاں ایسی حکمت عملی چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں اور دیگر استحصال کے شکار طبقات کو مزید غربت اور بھوک میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ صوبے میں گندم کے سرکاری ذخائر صرف دو ملین ٹن تک محدود کرنا اور انہیں بھی نجی کمپنیوں کے گوداموں میں ذخیرہ کرنا عوام کو کسی بھی ناگہانی آفت کے دوران بھوک سے دوچار کرسکتا ہے۔ یہ خدشات اس وقت اور بھی بڑھ جاتے ہیں کہ جب ملک خصوصاً زرعی شعبہ موسمی تبدیلی کے نتیجے میں شدید موسمی حالات کا مقابلہ کررہا ہو۔ تواتر کے ساتھ بے موسم بارشیں، سیلاب، خشک سالی نا صرف عوامی غذائی تحفظ بلکہ ملکی معیشت کے لیے بھی خطرہ بنی ہوئی ہے۔

عالمی سامراج اپنی نیولبرل پالیسیوں کے ذریعے خوراک کی خودمختاری کو نام نہاد ''غذائی تحفظ'' میں تبدیل کرنے میں ہمارے حکمرانوں کی بدولت کامیاب ہوتا نظر آرہا ہے۔ ایسا غذائی تحفظ جس میں خوراک منڈی میں دستیاب تو ہوگی لیکن عوام کی اکثریت اسے خریدنے کی قوت برقرار نہیں رکھ پائے گی۔ خوراک کی خودمختاری ہی ملک میں کسان مزدور طبقے کو خوشحال کرسکتی ہے نہ کہ سامراج کے تلوے چاٹنے والے حکمرانوں کے اسمارٹ پروگرام جیسے ''غذائی تحفظ'' کے منصوبے۔

مشترکہ بیج بینک

نوید احمد

پاکستان کسان مزدور تحریک اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ بیج کسان کی ایجاد، اس کی ملکیت اور خوراک کی خود مختاری کا ایک اہم جز ہے۔ روایتی بیج کسان

کے صدیوں کے تجربات سے اخذ کیے گئے ہیں۔ 1960 کی دہائی میں غیر ملکی کمپنیوں نے ہماری حکومت کے ساتھ مل کر سبز انقلاب کے نام پر زرعی پیداواری طریقوں میں تبدیلیاں کیں جس کے نتیجے میں کسانوں نے بیرونی مداخل پر انحصار کرنا شروع کردیا۔ آج زرعی پیداوار میں استعمال ہونے والے ان بیج، کھاد، زرعی زہر اور مشینری جیسے مداخل پر غیر ملکی سرمایہ دار کمپنیوں نے قبضہ کیا ہوا ہے جو صرف منافع کے حصول کے لیے مداخل کا کاروبار کرتی ہیں۔ ان کمپنیوں کی منافع خوری ہمارے کسانوں کے استحصال، ان کی صحت و معاش کی تباہی کی ذمہ دار ہے جنہوں نے صنعتی زراعت کو فروغ دے کر کسانوں کو محتاجی کی طرف دھکیل دیا۔

قدرتی و روایتی طریقہ کار میں مداخلت کرنے والی ان سرمایہ دار کمپنیوں نے زمین کی ساخت اور ماحولیات کو بھی خراب کردیا ہے۔ کئی ممالک میں کی گئی تحقیق سے یہ واضح ہوچکا ہے کہ کیمیائی کھاد، کمپنیوں کے بیج اور کیمیائی زہر سے ماحول اور انسانی زندگیوں پر برے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پاکستان کے چھوٹے اور بے زمین کسان اب سمجھ چکے ہیں کہ کمپنیوں کو صرف اپنے منافع سے غرض ہے نا کہ کسان اور اس کی بقاء سے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک سمجھتی ہے کہ اپنے محفوظ شدہ بیجوں کے ذریعے پائیدار طریقہ زراعت میں ہی کسان اور ماحول کی بقاء ہے۔ اسی نظریے کے تحت پی کے ایم ٹی کی جانب سے ملک کے 13 مختلف اضلاع میں مشترکہ بیج بینک کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مشترکہ بیج بینک سے مراد ہے کہ ضلع کی سطح پر ایک ایسا بیج بینک جس پر ضلعی کمیٹی کے ارکان مشترکہ طور پر کام کریں، بیج بینک کی نگہداشت کریں اور اپنے روایتی علم سے اس کام کو آگے بڑھائیں۔ ہر ضلع کی ایک نگراں بیج کمیٹی ہے جو مشترکہ بیج بینک اور ارکان کے ذاتی بیج بینک کی نگرانی کرتی ہے۔

صوبہ سندھ کے جن اضلاع میں بیج بینک قائم کیے گئے ہیں ان میں ٹنڈو محمد خان، بدین، خیرپور، شکارپور، گھوٹکی شامل ہیں۔ صوبہ پنجاب کے اضلاع میں اوکاڑہ، ساہیوال، راجن پور اور ملتان شامل ہیں۔ اسی طرح صوبہ خیبر پختونخوا میں ہری پور، مانسہرہ، پشاور اور لوئر دیر میں روایتی اور پائیدار طریقہ زراعت پر بیجوں کی پیداوار کے لیے بیج بینک بنائے گئے ہیں۔ بیج بینک میں تین سے چار اقسام کی گندم جن میں سندھی تھوڑی، دیسی گندم (ڈی جی خان)، دیسی گندم (ساہیوال)، لال گندم (ڈیرہ بگٹی)، دیسی گندم (مانسہرہ)، سفید گندم (ہری پور)، وطن اور ستار شامل ہیں، کاشت کی گئیں۔ سبزیوں کی چار سے پانچ اقسام جن میں دھنیا، گاجر، پالک، مونگرے، سرسوں اور مولی شامل ہے کاشت کی گئیں۔ مشترکہ بیج بینک میں کٹائی سے پہلے پی کے ایم ٹی کی نیشنل سیڈ کمیٹی نے تمام اضلاع کا دورہ کیا جس میں صوبہ سندھ سے تین، پنجاب سے تین اور خیبر پختونخوا سے دو ارکان شامل تھے۔ فصل کی تین سے چار اقسام کاشت کی گئیں تھیں اور ہر قسم سے 15 سے 25 کلو بیج حاصل ہوا۔ فصل کی کٹائی اور اس کے بعد بیج کو ضلعی ارکان نے بغیر تھریشر مشین کے ہاتھ سے ہی الگ کرکے محفوظ کیا۔

روٹس فار ایکوٹی کے آزمائشی کھیت ملتان میں دو ایکڑ اور ہری پور میں ایک ایکڑ رقبے پر پائیدار طریقہ زراعت کے تحت گندم کی 25 اقسام اور

سبزیوں کی آٹھ اقسام کاشت کی گئیں جس سے ملتان میں فی ایکڑ 20 من اور ہری پور میں فی ایکڑ 10 من پیداوار حاصل ہوئی۔ پی کے ایم ٹی اور روٹس فار ایکوٹی گزشتہ کئی سالوں سے پائیدار طریقہ زراعت پر دیسی بیجوں کو بڑھا کر خوراک کی خود مختاری کے حصول کے لیے جدوجہد میں مصروف عمل ہے۔

خدا کرے کہ مری ارض پاک پر اترے
وہ فصل گل جسے اندیشہء زوال نہ ہو

راجن پور میں ونڈا کی فروخت

تحریر: اعجاز احمد

ضلع راجن پور، پنجاب میں مویشیوں کو چارے کے طور پر ونڈا دیا جارہا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں مویشیوں سے دودھ حاصل کیا جاسکے۔ اب تک مویشیوں کو صرف بڑے بڑے شہروں میں ہی ونڈا کھلایا جارہا تھا جبکہ دیہات میں مویشیوں کو روایتی چارہ ہی کھلایا جاتا تھا۔ لیکن اب گاؤں گاؤں ونڈا کو فروغ دیا جارہا ہے اور اس کا استعمال عام ہوتا جارہا ہے۔ مال مویشیوں کے سرکاری ہسپتال میں 90 روپے کی رعایتی قیمت پر مویشیوں کے لیے ونڈا فراہم کیا جارہا ہے جس کی عام طور پر قیمت 400 روپے ہوتی ہے۔ مویشی پالنے والے کسان جانوروں کو ایک ٹیکہ بھی لگاتے ہیں تاکہ دودھ کی پیداوار میں اضافہ کیا جاسکے۔ منڈی میں ٹیکہ اوکسی ٹیشن (Oxictation) کے نام سے سستے داموں دستیاب ہوتا ہے۔ اس ٹیکے کے استعمال سے جانور جسمانی طور پر بہت زیادہ کمزور ہو جاتا ہے اور وقت سے پہلے بہت سی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ جب تک کسان اپنے مویشیوں کو گھانس اور دیگر روایتی چارے کھلاتے تھے دودھ اچھا اور صحت مند ہوتا تھا جبکہ ونڈا جیسی خوراک کھلانے سے دودھ میں اب وہ ذائقہ بھی نہیں رہا جبکہ ٹیکے کے استعمال سے مویشیوں کا گوشت کھانے کے قابل نہیں رہتا۔ اندیشہ ہے کہ اس کے استعمال سے بڑے پیمانے پر صحت کو بھی خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔

رکھ عظمت والا کے کسانوں کے مسائل

تحریر: چاچا کبیر

پنجاب کے ضلع راجن کے علاقے رکھ عظمت والا میں کسان حکومت پنجاب کی طرف سے زمین سے بیدخل کیے جانے کی کوششوں سے پریشان تھے، اب انہیں اپنی زمین کاشت کرنے میں بھی سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ حکومت پنجاب کی جانب سے رکھ عظمت والا میں دانش اسکول کے قیام کے لیے چار مربع زمین مختص کی گئی تھی جس پر پہلے سے ہی کسان کاشت کاری کررہے تھے۔ حکومت کی جانب سے اب دانش اسکول رکھ عظمت والا میں قائم کرنے کے بجائے فاضل پور میں بنادیا گیا ہے جو رکھ عظمت والا سے 40 سے 50 کلومیٹر دور ہے۔ لیکن اسکول کے لیے مختص کی گئی زمین پر دانش اسکول کی انتظامیہ اپنا دعوی کرتی ہے اور کسانوں سے فی ایکڑ زمین کاشت کرنے پر 26,000 روپے پیشگی طلب کررہی ہے۔ کسانوں سے وصول کردہ یہ رقم انتظامیہ آپس میں بانٹ کر کھاجاتی ہے۔ رقم نہ دینے پر انتظامیہ کسانوں کو پولیس کے ذریعے دھمکانے اور کسانوں کی فصل تباہ کرنے کی دھمکی دیتی ہے اور مجبوراً کسان انہیں یہ رقم ادا کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ اس زمین پر کسان گزشتہ کئی دہائیوں سے کاشت کاری کرتے آرہے ہیں جس پر محکمہ جنگلات، پنجاب کا دعوی ہے جو پہلے ہی کسانوں کو اس زمین سے بیدخل کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کررہی ہے۔

پی کے ایم ٹی کی ششماہی سرگرمیاں (جنوری تا جون، 2018)

پاکستان کسان مزدور تحریک کسانوں سے جڑے مسائل کو سمجھنے اور کسانوں کے ساتھ رابطے اور تنظیم سازی کو بڑھانے کے لیے ملک بھر کے منتخب اضلاع میں تربیتی پرگراموں کے ساتھ ساتھ پائیدار زراعت کے فوائد اور جدید مشینی زراعت کے نقصانات سے آگاہی فراہم کرنے کے عمل میں مصروف ہے۔ ان تربیتی اور آگاہی پروگراموں کا مقصد کسان دشمن حکومتی، عالمی زرعی اور معاشی پالیسیوں کے خلاف بھی کسانوں میں آگہی پیدا کرنا اور جدوجہد کی راہیں تلاش کرنا ہے۔ اس حوالے سے جنوری تا جون، 2018 تک پی کے ایم ٹی کی جانب سے مندرجہ ذیل سرگرمیاں انجام دی گئیں۔

عوامی آگہی پروگرام برائے پائیدار زراعت

پی کے ایم ٹی کے تحت منتخب اضلاع میں پائیدار زراعت کے حوالے سے عوامی آگہی پروگرام (ساؤ) منعقد کیے گئے۔ صوبہ سندھ میں 19 سیشن کئے گئے جن میں سے دو سیشن نوجوانوں کے ساتھ منعقد کیے گئے۔ صوبہ کے پی کے میں کل 16 سیشن منعقد کیے گئے جن میں سے چھ عورتوں کے ساتھ اور تین سیشن نوجوانوں کے ساتھ کیے گئے۔ صوبہ پنجاب میں کل 21 سیشن ہوئے جن میں سے دو عورتوں کے ساتھ اور تین نوجوانوں کے ساتھ منعقد کیے گئے۔

پولیٹکل ایجوکیشن پروگرام

پولیٹکل ایجوکیشن پروگرام (پیپ-II) عوامی آگہی پروگرام برائے پائیدار زراعت (ساؤ) کے مقابلے میں اعلیٰ سطحی تعلیمی پروگرام ہے جس میں سبز انقلاب، پدرشاہی، پیداواری وسائل، نوآبادیات، پیداواری وسائل کے حوالے سے انسانی تاریخ اور عالمگیریت کے موضوعات تفصیلی طور زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ پیپ II کا دورانیہ دو سے تین دن پر مشتمل ہوتا ہے۔ جنوری تا جون، 2018 کے دوران صوبہ پنجاب میں ایک، صوبہ سندھ میں ایک اور صوبہ کے پی کے میں ایک پیپ -I اور ایک پیپ II منعقد کیا گیا۔

پی کے ایم ٹی یوتھ ونگ تشکیلی اجلاس

پی کے ایم ٹی یوتھ ونگ تشکیلی اجلاس 5، 6 مارچ، 2018 کو ''حقیقی جمہوریت: صرف حقوق نہیں، اختیار بھی!'' کے عنوان سے رینیول سینٹر لاہور میں منعقد کیا گیا جس میں پی کے ایم ٹی کے تمام اضلاع سے 105 نوجوانوں نے شرکت کی۔ اجلاس کے پہلے دن مرکزی رابطہ کار پی کے ایم ٹی الطاف حسین نے تمام شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہوئے پی کے ایم ٹی کا تعارف اور خوراک کی خودمختاری کے نظریہ کو تفصیلی طور پر پیش کیا۔ اس کے بعد تمام شرکاء کو سات مختلف گروپوں میں تقسیم کرکے زرعی پیداوار اور کھپت کے نظام، پدرشاہی، عالمگیریت، کارپوریٹ زراعت، بیج کی خودمختاری، زمینی قبضہ اور موسمی تبدیلی کے موضوعات پر مشتمل نمائشی سیشن منعقد کیا گیا۔ سیشن کے حوالے سے کچھ سوالات نوجوانوں کو گروپ میں بحث کے لیے دیئے گئے جس کے متفقہ جوابات نوجوانوں کے ہی منتخب کردہ نمائندوں نے پیش کیے۔ اس کے بعد ڈاکٹر عذار طلعت سعید نے دن بھر کی سرگرمیوں اور حقیقی جمہوریت میں نوجوانوں کے کردار پر روشنی ڈالی۔ اجلاس کے دوسرے دن مقررین کے پینل کی جانب سے نوجوانوں کے نقطہ نظر کے تحت منظم نوجوان تحریک کی ضرورت پر گفتگو کی گئی۔ بعد ازاں تمام اضلاع کے نوجوانوں نے اپنے متعلقہ ضلع میں کام کے لیے منصوبہ بندی کی۔ اس کے علاوہ اجلاس میں ولی حیدر کی جانب سے اجلاس کے اختتام پر نوجوان تحریک کو منظم کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی۔

نظم

میرے ملک کے کسانو اب ظلم نہ سہیں گے ہم
اب اپنے حق کی خاطر ہر ظلم سے لڑیں گے ہم
محنت کسان کی ہے کیوں اور لے کر جائے
یہ خون ہے کسان کا کوئی یہ سمجھ نہ پائے
جو ہم سے چھن گئے ہیں وہ ان سے چھن لیں گے ہم
اب اپنے حق کی خاطر ہر ظلم سے لڑیں گے ہم
یہ زہر دیا جو ہمیں دشمن ہے وہ امن کا
مل کر جواب دیں گے ہم اب ظلم و ستم کا
لیں گے حساب ان کا ظالم سے نہ ڈریں گے ہم
اب اپنے حق کی خاطر ہر ظلم سے لڑیں گے ہم
کیوں بھوک کر رہی ہے پریشاں کیا زندگی دکھوں کا گھر ہے
کوئی جانے نہ کسان کا مشکل یہ سفر ہے
دکھ سکھ میں ساتھ چل کر منزل کو اب بڑھیں گے ہم
اب اپنے حق کی خاطر ہر ظلم سے لڑیں گے ہم

صابر شریف، ملتان

پی کے ایم ٹی کا چھٹا سالانہ صوبائی اجلاس

پی کے ایم ٹی، سندھ کا چھٹا سالانہ صوبائی اجلاس 6 مئی کو ضلع بدین کے ایک گاؤں میں منعقد کیا گیا۔ اجلاس کا مقصد صوبائی سطح پر پی کے ایم ٹی ارکان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا تھا۔ اجلاس کی تفصیلات صفحہ 2 پر ملاحظہ فرمائیں۔

مزدوروں کا عالمی دن

پی کے ایم ٹی اور لیبر ویلفیئر سوسائٹی کی جانب سے مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر حطار، ہری پور، خیبرپختونخوا میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں صنعتی مزدوروں اور پی کے ایم ٹی کے مختلف اضلاع سے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ اجلاس کی تفصیلات صفحہ 5 پر ملاحظہ فرمائیں۔

کور گروپ میٹنگ

جنوری تا جون، 2018 پی کے ایم ٹی کے مندرجہ ذیل اجلاس منعقد کیے گئے۔

مرکزی کور گروپ میٹنگ 31 مارچ کو مری میں منعقد کی گئی۔

سندھ کور گروپ میٹنگ 4 فروری کو ضلع ٹنڈو محمد خان میں منعقد کی گئی۔

پنجاب کور گروپ میٹنگ 15 اپریل کو ملتان میں منعقد کی گئی۔

کے پی کے کور گروپ میٹنگ 17 جنوری اور 18 مارچ کو حطار ہری پور میں منعقد کی گئی۔

صحافیوں کے لیے تربیتی پروگرام

چھوٹے اور بے زمین کسانوں کے جاری استحصال کو اجاگر کرنے اور ان کے مسائل کو ارباب اقتدار تک پہنچانے کے لیے صحافیوں کے ساتھ مختلف اضلاع میں تربیتی پروگرام منعقد کیے گئے جس میں خوارک کی خود مختاری کے حصول میں درپیش رکاوٹوں اور مسائل پر بات کی گئی۔ اس سلسلے میں صوبہ کے پی میں ضلع ہری پور، صوبہ پنجاب میں ضلع اوکاڑہ اور صوبہ سندھ کے تین اضلاع خیرپور، شکارپور اور گھوٹکی میں تربیتی پروگرام منعقد کیے گئے۔

پی کے ایم ٹی سیڈ بینک

زرعی ماحولیاتی طریقہ کار (ایگرو ایکالوجی) کے تحت روایتی بیجوں کے تحفظ کے لیے تینوں صوبوں میں ربیع کے موسم میں مشترکہ بیج بینک کے قیام کے لیے ضلعی سطح پر مشاورت کی گئی جس کے نتیجے میں 13 مشترکہ بیج بینک کا قیام عمل میں آیا۔ سندھ میں پانچ، پنجاب میں چار اور کے پی کے میں بھی چار مشترکہ بیج بینک قائم کیے گئے۔ مشترکہ بیج بینک کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ضلعی سطح پر کسانوں کو دیسی بیج دستیاب ہو اور منڈی کی محتاجی کا خاتمہ کیا جاسکے۔ مشترکہ بیج بینکوں میں چار سے پانچ اقسام کی گندم اور مختلف اقسام کی سبزیوں کے بیج کاشت کیے گئے۔

پریس کانفرنس

پی کے ایم ٹی اور روٹس فار ایکوٹی نے نئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی جانب سے یکم جنوری، 2018 کو جاری کیے گئے بیان میں ''امریکہ نے گزشتہ پندرہ سالوں میں پاکستان کو احمقانہ طور پر 33 بلین ڈالر سے زیادہ امداد دی۔ اب اور نہیں!'' کے خلاف کراچی پریس کلب پر ایک پریس کانفرنس منعقد کی۔ پریس ریلیز صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احتجاجی ریلی

ہر سال کی طرح اس سال بھی پی کے ایم ٹی اور روٹس فار ایکوٹی نے ایشین پیزنٹ کولیشن (APC) اور دیگر ایشیائی تنظیموں کے ساتھ مل کر 29 مارچ کو بے زمین کسانوں کے عالمی دن کے طور پر منایا۔ اس دن کی مناسبت سے حیدر آباد پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ ماتلی پریس کلب کے سامنے ملک میں سامراجی پالیسیوں کے نتیجے میں جاری کارپوریٹ زراعت اور زمینی قبضے کے خلاف بھی احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ پریس ریلیز صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں۔

پی کے ایم ٹی تھیٹر گروپ

پی کے ایم ٹی تھیٹر، ڈراموں اور نغموں کے ذریعے جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور مرد و عورتوں کے جاری استحصال کو اجاگر کرنے اور اس استحصال کے خاتمے کے لیے منظم ہو کر جدوجہد کرنے کا پیغام عام کرتی رہی ہے۔ ان تمام ثقافتی سرگرمیوں کے ذریعے کسانوں میں بے زمینی اور نیولبرل سرمایہ دارانہ پالیسیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کو بھی اجاگر کیا جاتا ہے۔

مارچ 2018 میں اس سلسلے میں باقاعدہ طور پر پانچ روزہ تھیٹر تربیتی پروگرام سوجھلا کے تعاون سے منعقد کیا گیا جس میں روٹس فار ایکوٹی اور پی کے ایم ٹی کے ارکان نے شرکت کی۔ اس تربیتی پروگرام کے دوران صنعتی زراعت کے فروغ اور معاشرے میں عورتوں پر استحصال کے موضوع پر خاکہ بھی تیار کیا گیا۔ پی کے ایم ٹی کور گروپ کی جانب سے متفقہ طور پر اس تھیٹر گروپ کا نام ''پی کے ایم ٹی پکار تھیٹر گروپ'' رکھا گیا۔ اسی تربیتی پروگرام میں فیصلہ کیا گیا تھا کہ پکار تھیٹر گروپ ملک کے مختلف اضلاع میں منتخب مسائل پر تھیٹر پیش کرے گا۔ اس سلسلے میں صوبہ سندھ کے ضلع گھوٹکی میں دو، صوبہ پنجاب کے ضلع ملتان میں دو اور خیبر پختونخوا کے ضلع ہری پور میں مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر تھیٹر پیش کیا گیا۔ اس کے علاوہ حطار ہری پور کے دو اور مقامات پر بھی تھیٹر پیش کیا گیا۔

اس سلسلے میں چار روزہ دوسرا تربیتی پروگرام جون 2018 میں مری میں منعقد کیا گیا جس میں مزید دو خاکے کارپوریٹ زراعت اور پیداوار و کھپت کے موضوع پر تیار کیے گئے۔

پی کے ایم ٹی تھیٹر گروپ ''پکار'' کی سرگرمیاں

پکار کی جانب سے گھوٹکی میں دو مختلف مقامات پر ناٹک پیش کرتے ہوئے

پکار کی جانب سے ملتان میں اسٹریٹ تھیٹر اور ہری پور میں مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر ناٹک کرتے ہوئے

پاکستان کسان مزدور تحریک کا تعارف

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) ملک کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں پر مشتمل ایک تنظیم ہے۔ تنظیم نے اگرچہ پی کے ایم ٹی کا نام 2010 میں اختیار کیا لیکن بحیثیت کسان مزدور تنظیم یہ 2008 سے سرگرم عمل ہے۔ 2008 میں تنظیم پاکستان کسان سنگت کے نام سے جانی جاتی تھی۔ اس کے اہم اہداف میں زراعت اور زرعی مسائل کے بارے میں عوامی بیداری، پائیدار زراعت اور خوراک کی خود مختاری شامل ہے۔

پی کے ایم ٹی کی اہم ذمہ داریوں میں ملک کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے لیے حقوق، خوراک کی خود مختاری اور پائیدار زراعت کے موضوعات پر تفصیلی تربیتی پروگرام شامل ہیں۔ پی کے ایم ٹی میں فیصلہ سازی کور گروپ (مرکزی گروپ) کے ذریعے کی جاتی ہے اور تنظیمی ڈھانچے کے لیے تحریک کے ممبران عہدیداروں کا انتخاب کرتے ہیں جس میں مرکزی رابطہ کار، صوبائی رابطہ کار اور ضلعی رابطہ کار شامل ہیں۔

تحریک کے بنیادی اصول

پی کے ایم ٹی مذہب، رنگ، نسل، علاقائی اور لسانی تعصب سے بالاتر ہو کر مندرجہ ذیل اصولوں پر منظم ہونے کا عزم رکھتی ہے:

1۔ کسانوں بالخصوص کسان عورتوں کے حقوق۔
2۔ خوراک کی خود مختاری۔
3۔ موسمی انصاف۔
4۔ پیداواری وسائل تک اختیار اور رسائی۔
5۔ اتحاد، یکجہتی اور جدوجہد۔